ہر اتوار کو روزنامہ اسلام کے ساتھ شائع ہوتا ہے

بچوں کا اسلام

1112

اتوار 25 جمادی الاول 1445ھ
مطابق 10 دسمبر 2023ء

پاکستان کا سب سے زیادہ شائع ہونے والا بچوں کا مقبول ترین ہفت روزہ

مداوا

القرآن

ناپ تول میں دھوکا دینے والے!

ناپ اور تول میں کمی کرنے والوں کے لیے یہ خرابی ہے، وہ لوگوں سے ناپ کرلیں تو پورا لیتے ہیں اور جب ان کو ناپ کر یا تول کر دیں تو کم دیتے ہیں، کیا یہ لوگ نہیں جانتے کہ یہ ایک بڑے سخت دن میں اٹھائے بھی جائیں گے جس دن تمام لوگ رب العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے۔

(سورۂ مطففین: آیت ۱ تا ۶)

الحدیث

رعیت کو دھوکا دینے والا حکمران

حضرت معقل بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مرض الموت میں فرمایا: ''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے رعیت کی نگہبانی کے لیے منتخب کیا ہو، اگر اسے اس حالت میں موت آئی کہ وہ اپنی رعیت کے ساتھ دھوکا اور خیانت کرتا ہو تو اس پر اللہ تعالیٰ جنت حرام کردے گا۔''

(بخاری)

دستک

کتاب چور

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ!

عنوان سے شاید آپ سمجھ رہے ہوں کہ آج شاید 'اُن بڑے' چوروں کی بات ہوگی جو کسی کتاب سے کوئی مضمون یا پوری کتاب ہی سرقہ کرلیتے ہیں، یعنی کسی اور کی محنت پر اپنا نام چسپاں کر کے جھوٹی داد بٹورتے ہیں، تو جی ہاں! ان پر بھی بات ہونی چاہیے اور ہوگی، لیکن پہلے ذرا اُن چھوٹے چوروں کی بات کرلیں جو چھپی ہوئی کتاب چوری کرتے ہیں......!

پچھلے دنوں ایک عربی کہاوت کہیں پڑھی کہ کتب فروش کو اپنا سامان چوری ہونے کا خوف نہیں ہوتا، کیونکہ طالب علم چوری نہیں کرتے اور چور مطالعہ نہیں کرتے۔

پڑھ کر ہم نے سوچا کہ ایک تو یہ عرب معاشرے کی کہاوت ہے، دوسرے اُس زمانے کی ہوگی جب کوئی چیز صرف اُس وقت چرائی جاتی تھی جب چور کو اس کی ضرورت ہوتی، مثلاً بھوکا دام نہ ہونے پر روٹی چراتا، ستر چھپانے کا ضرورت مند مجبوراً کپڑے چرالیتا۔

سو اسی تقابل میں کہا گیا ہوگا کہ روٹی اور کپڑے کی ضرورت کے مقابل کتاب کی شدید طلب اور ضرورت کے باوجود طالب علم قیمت نہ ہونے پر اسے چرائے گا نہیں۔

لیکن آج کے زمانے میں اور خصوصاً ہمارے معاشرے میں اگر کوئی کتب فروش اپنا کتب خانہ رات کو کھلا چھوڑ جائے تو کیا ہوگا......؟

جی ہاں! ہوگا یہ کہ کتب قیمتی نہ بھی ہوں تب بھی صبح تک چور مکمل صفایا کردیں گے، کیونکہ آخر ردی بھی تو بکا کرتی ہے۔

اور یہ تو خیر جاہل اَن پڑھ چوروں کی بات ہے جو مطالعے کے لیے نہیں بلکہ مال کے لیے کتاب چوری کرتے ہیں، ہم تو آج اُن پڑھے لکھے اور بزعم خود طالب علم و ادب دوست احباب کی بات کریں گے جو کتابیں چوری کرنا روا سمجھتے ہیں یا کم از کم ایسی باتیں ضرور مزے لے لے کے کرتے ہیں، جیسے کتاب چوری کرنا یا عاریتاً لے کر واپس نہ کرنا بڑے 'باذوق' ہونے کی علامت اور شاباشی کی بات ہے۔

مثلاً آپ نے بھی یہ چلا ہوا فقرہ ضرور سنا ہوگا کہ جو کسی کو کوئی کتاب پڑھنے کے لیے دے وہ بیوقوف ہے اور جو لے کر واپس کردے، وہ اُس سے بڑا بیوقوف ہے۔

اِس میں پہلی بات کو تو ہم کسی قدر درست کہہ سکتے ہیں کہ اگر آپ کے پاس کوئی ایسی نایاب کتاب ہے جو عام ملتی نہیں، نیز آپ کو وہ کتاب بہت عزیز بھی ہے تو اسے کسی ایسے قدردان اور قابل اعتبار دوست کو تو پڑھنے کے لیے دیا جاسکتا ہے، جس کے بارے میں یقین ہو کہ وہ اُس کتاب کی ہر طرح حفاظت کا اہتمام کرے گا، اُس کی بھرپور قدر کرے گا اور پڑھ کر واپس بھی دے دے گا، ورنہ ہر ایرے غیرے ناقدرے کو کتاب پکڑا دینا نری بے وقوفی ہی ہے۔

مگر دوسری بات کہ ''جو لے کر واپس کردے، وہ بڑا بے وقوف ہے'' کو بھلا کیسے قبول کیا جاسکتا ہے؟!

اچھا چلیں یہ بات تو پھر بھی مذاق میں چل جاتی ہے کہ اس میں دوستوں کی بات ہے، جن کے درمیان 'چوری' نہیں 'سینہ زوری' کا عنصر زیادہ ہوتا ہے، لیکن ایک اور بات اب یہ چل پڑی ہے کہ کتاب چوری کرنا کوئی چوری نہیں ہے بلکہ اُس سے مصنف کو خوشی ہوتی ہے۔

ارے بھائی! کیسی خوشی؟

کسی ایسے ہی مصنف کو خوشی ہوتی ہوگی جس کی کتاب کوئی خریدتا نہیں...... یا پھر اُس چوری پر خوشی کا اظہار کیا گیا ہوگا، جو پیسے نہ ہونے پر محض آپ کی کتاب کے لیے دیوانہ ہوکر کی گئی ہو، سو ایسی چوری پر یقیناً مصنف خوش ہوکر ایسے قدردان کتاب چور کی چوری کو معاف کردے گا......!

لیکن پیسے ہوتے ہوئے کتاب ''پار'' کرنا کتاب اور مصنف کی قدردانی نہیں بلکہ توہین ہے کہ چوری کرنے والا پیسے بچانے یا کمانے کے لیے چوری کررہا ہے!

آج دو وجوہ سے ہم اس موضوع کو 'دستک' میں لائے ہیں۔

ایک تو ہم نے نیٹ پر خبر پڑھی کہ لاہور کے ''کیفے درویش'' میں دو کتابیں چوری ہوئیں تو مصنف نے خوش ہوکر چور کے لیے انعام کا اعلان کردیا کہ چور آئے اور میرے ساتھ شوارما بھی کھائے۔

خوشی کے اظہار تک تو بات چلیں ٹھیک تھی لیکن انعام کا اعلان تو گویا اپنی مشہوری کا ڈھنڈورا پیٹنا ہوا کہ دیکھو میری کتابیں تو اب چوری بھی ہونے لگی ہیں (میں اتنا مقبول ہوچکا ہوں)، نیز میں تو علم وادب کا ایسا پروردہ ہوں کہ چور کو الٹا انعام دے رہا ہوں، لیکن جناب! یہ کتب بینی کی نہیں بلکہ چوری کی حوصلہ افزائی ہے۔

بھائی! لازم نہیں ہے کہ چور مطالعے کے لیے آپ کی پھیکی کتابیں لے گیا ہو، زیادہ امکان یہی ہے کہ اس نے آپ کی کتابیں ردی والے کو بیچ کر ایک کی بجائے دو شوارمے کھا لیے ہوں گے!

یاد رکھیے، کتاب کے فروغ کا جذبہ اپنی جگہ، مذاق بھی اپنی جگہ مگر مذاق میں جس طرح جھوٹ جائز نہیں ہوجاتا، اسی طرح چوری بھی جائز نہیں ہوجاتی۔ یہ گناہ ہے اور ایسا گناہ کہ جس پر توبہ بھی ضروری ہے اور کفارہ بھی، یعنی کتاب کو اس کے اصل مالک تک پہنچانا ضروری ہے۔

علماء تو یہ تک کہتے ہیں کہ کوئی بچہ مسجد سے اللہ کی کتاب یعنی قرآن پاک گھر لے آیا ہو تو برسوں بعد بھی اس مصحف کو لوٹانا واجب ہے تو بھلا کسی اور کتاب کی چوری کیسے جائز ہوسکتی ہے!

وہ دوسری وجہ جس سے آج یہ موضوع یاد آیا، ۱۴ دسمبر سے شروع ہونے والا سالانہ کراچی کتب میلہ ہے۔ کراچی کتب میلہ میں چونکہ کتابوں کی ریکارڈ فروخت ہوتی ہے، بلا مبالغہ کروڑوں میں، تو وہیں ہزاروں کی کتابیں چوری بھی ہوتی ہیں، اور صرف اِس لیے کہ اب اس چوری کو چوری ہی نہیں سمجھا جاتا، سو کہیں یہ وسوسہ کسی کو آتا بھی ہو تو براہ کرم اسے دور کرلیجیے۔

کراچی کتب میلہ میں بچوں کی ہر طرح کی بہترین کتابیں، خصوصاً جناب اشتیاق احمد رحمہ اللہ کے ناول، اسلام پبلی کیشن کی کتابیں، بندہ ناچیز کی کتابیں اور ملاقاتیں کرنے کے لیے اس نمبر (03211784620) پر رابطہ کرکے اسٹال نمبر معلوم کرکے آیا جاسکتا ہے۔

والسلام

محمد فیصل شہزاد

محمد رویفع خان۔ملتان

سورۂ فاتحہ

ترجمۃ القرآن مجید کا سبق ہو رہا تھا۔نہایت ہی عمدہ طریقے سے قاری صاحب سبق پڑھا رہے تھے۔اچانک ہی قاری صاحب نے ایسا سوال پوچھا کہ پوری جماعت کو چند لمحے کے لیے سانپ سونگھ گیا۔

ایک منٹ شاید آپ غلط سمجھ رہے ہیں، یہ چند لمحات کی خاموشی اِس لیے نہیں ہوئی کہ سوال بہت مشکل تھا، بلکہ اِس لیے کہ کچھ زیادہ ہی آسان تھا......!

جی ہاں! سوال یہ تھا کہ قرآن مجید میں کتنے پارے ہیں؟

خیر ایک ساتھ کئی آوازیں آئیں: تیس۔

پھر فٹ سے سوال آیا کہ ہر پارے کا نام کہاں سے رکھا گیا؟

جھٹ سے جوابات آئے کہ ہر پارے کے پہلے لفظ پر ہی نام رکھا گیا۔

اب مولانا صاحب نے اصل استفسار کیا:

”اگر ہر پارے کا نام پہلے لفظ سے رکھا گیا ہے تو پہلے پارے کا نام الم کیوں رکھا گیا؟ الحمدللہ کیوں نہ رکھا گیا؟ اگر پہلا پارہ الم سے شروع ہوتا ہے تو سورۂ فاتحہ کہاں آتی ہے؟ کس پارے میں اُس کا شمار ہوتا ہے؟

یہ وہ سوال تھا جسے سن کر حقیقی معنی میں سب کو سانپ سونگھ گیا۔اب کسی کی آواز نہ نکلتی تھی۔

آخر استاد جی نے خود ہی جواب دیا، کہنے لگے:

”قرآن مجید میں اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

وَلَقَدْ اٰتَیْنٰکَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِیْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِیْمَ۔

(سورۂ حجر: آیت 87)

’اور تحقیق ہم نے آپ کو بار بار پڑھی جانے والی سات آیات اور قرآن عظیم عطا کیا۔‘

لہٰذا سورۂ فاتحہ کسی پارے کا حصہ نہیں بلکہ یہ قرآن مجید کا حصہ ہے۔نہ ہی اس سے کسی پارے کا آغاز ہوتا ہے اور نہ اس کا شمار کسی پارے میں ہوتا ہے بلکہ یہ قرآن مجید کا حصہ ہے۔“

سبحان اللہ!

کتنی خوب صورت بات ارشاد فرمائی۔اللہ پاک ہمارے استاد صاحب کو اجرِ جزیل عطا فرمائے، آمین!

☆☆☆

آسان علمِ دین کورس | بسم اللہ | سبق نمبر ۲

ہدایت

محمد اسامہ سرسری

آیتِ کریمہ:

اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ۝

مفہوم: ہمیں سیدھے راستے کی ہدایت عطا فرما۔(سورہ فاتحہ ۵)

حدیثِ مبارک:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مبارک ارشاد ہے:

کِتَابُ اللّٰہِ فِیْہِ الْھُدٰی وَالنُّوْرُ، مَنِ اسْتَمْسَکَ بِہٖ وَأَخَذَ بِہٖ کَانَ عَلَی الْھُدٰی وَمَنْ أَخْطَأَہُ ضَلَّ۔

مفہوم: اللہ کی کتاب میں ہدایت اور نور ہے، جو اسے پکڑے گا وہ ہدایت پر رہے گا اور جو اسے چھوڑ دے گا وہ گمراہ ہو جائے گا۔(صحیح مسلم)

مسنون دعا:

اَللّٰھُمَّ اھْدِنِیْ، وَسَدِّدْنِیْ.

مفہوم: اے اللہ! مجھے ہدایت عطا فرما اور مجھے سیدھا رکھ۔(صحیح مسلم)

فقہی مسئلہ:

ہدایت دو قسم کے لوگوں کو ملتی ہے، ایک اسے جسے اللہ چاہتا ہے، دوسرا وہ جو اللہ کی طرف رجوع کرتا ہے۔(ماخوذ از سورۂ شوریٰ، آیت ۱۳)

علم انکسار چاہتا ہے!

ہارون بن عبداللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ ایک بار رات کے وقت میرے پاس آئے۔

انھوں نے دروازہ کھٹکھٹایا۔

میں نے پوچھا کون؟

کہنے لگے: میں احمد۔

میں یہ سن کر جلدی سے باہر نکلا۔

ہم نے ایک دوسرے سے سلام ومصافحہ کیا، پھر میں نے پوچھا: حضرت! کسی کام سے تشریف آوری ہوئی؟

فرمانے لگے: ہاں! آج تو دن بھر تمھارا خیال آتا رہا۔

میں نے استفسار کیا کہ اس کی کیا وجہ رہی؟

فرمایا: آج تمھاری مجلس سے میرا گزر ہوا تو تم چھاؤں میں بیٹھے لوگوں کو پڑھا رہے تھے، اور لوگ دھوپ میں قلم اور رجسٹر لیے بیٹھے ہوئے تھے۔دیکھو! دوبارہ کبھی یوں مت کرنا! جب پڑھانے بیٹھو تو لوگوں کے پاس ہی بیٹھا کرو۔

(احمد شریف۔ملتان)

خط کتابت کا پتا: دفتر روزنامہ اسلام، ناظم آباد، کراچی bkislam4u@gmail.com, 021 366 099 83

ادارہ روزنامہ اسلام کی تحریری اجازت کے بغیر بچوں کا اسلام کی کوئی تحریر کہیں شائع نہیں کی جاسکتی۔بصورت دیگر ادارہ قانونی چارہ جوئی کرنے کا حق رکھتا ہے۔

سالانہ زرتعاون: اندرون ملک 1500 روپے بیرون ملک ایک میگزین 22000 روپے دو میگزین 25000 روپے
انٹرنیٹ: www.dailyislam.pk

میری قسمت سے الٰہی پائیں یہ رنگِ قبول
پھول کچھ میں نے چنے ہیں ان کے دامن کے لیے

معزز قارئین! بندے نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں ختم نبوت کے حوالے سے خاص طور پر اور کچھ عمومی طور پر چند قدیم و جدید شعراء کرام کے معطر کلاموں میں سے کچھ ہرے بھرے، تر و تازہ پھول چن کر آپ کے لیے ایک گلدستہ بنایا ہے۔ بلاشبہ آپ کو اِس گلدستے سے ایسی خوشبو آئے گی جو عام پھولوں میں ہو ہی نہیں سکتی۔

کیا حق نے نبیوں کا سردار اسے
بنایا نبوت کا حق دار اسے
نبوت جو کی اُس پہ حق نے تمام
لکھا اشرف الناس خیر الانام

(میر حسن)

وہ ختم الانبیاء تشریف فرما ہونے والے ہیں
نبی ہر ایک پہلے سے سناتا یہ خبر آیا

(جمیل قادری)

اشعار کہکشانِ رسالت مآب میں
اک عرض لے کے آئے ہیں ان کی جناب میں
وہ فخرِ کائنات نبی ہیں کے ان کے بعد
کوئی نہ آسکا نظرِ انتخاب میں

(رفیع بخش بدایونی)

لانبی بعدی کہا تھا میرے آقا نے جو آپ
کون اب اس پہ کوئی اور شہادت لے گا
مسئلہ ختم نبوت کا بہت نازک ہے
چھیڑنے والا اسے موت کو دعوت دے گا

(سعداللہ شاہ)

ہر حال میں حق بات کا اظہار کریں گے
منبر نہیں ہوا تو سرِ دار کریں گے
جب تک دہن میں ہے زباں، سینے میں دل ہے
کاذب کی نبوت کا ہم انکار کریں گے

(سید امین گیلانیؒ)

دین و ایماں کتنوں ہی کا کرڈالا برباد
دھرتی پہ ایک بوجھ بنی ہے مرزا کی اولاد
عاشقِ آقا کے ہونٹوں پر ایک ہی نعرہ ہے
ختمِ نبوت زندہ باد اور مرزا مردہ باد

(اثر جون پوری)

تمام ہوگئی میلادِ انبیاء کی خوشی
ہمیشہ اب تیری باری ہے بارہویں تاریخ

(حسن رضا)

اب نہ اتریں گے صحیفے اب نہ آئیں گے رسول
لے کے قرآں، آخری پیغامبر پیدا ہوئے

(احسان دانش)

یہ فتنہ پرداز قادیانی نئے نئے گل کھلا رہے ہیں
اُدھر رقیبوں سے مل رہے ہیں اِدھر ہمارے گھر آرہے ہیں
منافقوں کی ہے یہ نشانی زباں پہ دین ہو تو کفر دل میں
اسی نشانی سے قادیانی اپنا تعارف کرا رہے ہیں

(مولانا ظفر علی خانؒ)

بعثت پہ تیری ختم، نبوت کا سلسلہ
پھر کیوں نہ مہرِ ختم نبوت کہوں تجھے

(حسنین میاں)

میرے نبی کے بعد نبوت کا مدعی
ملعونِ دوسرا ہے، زنیم و پلید ہے

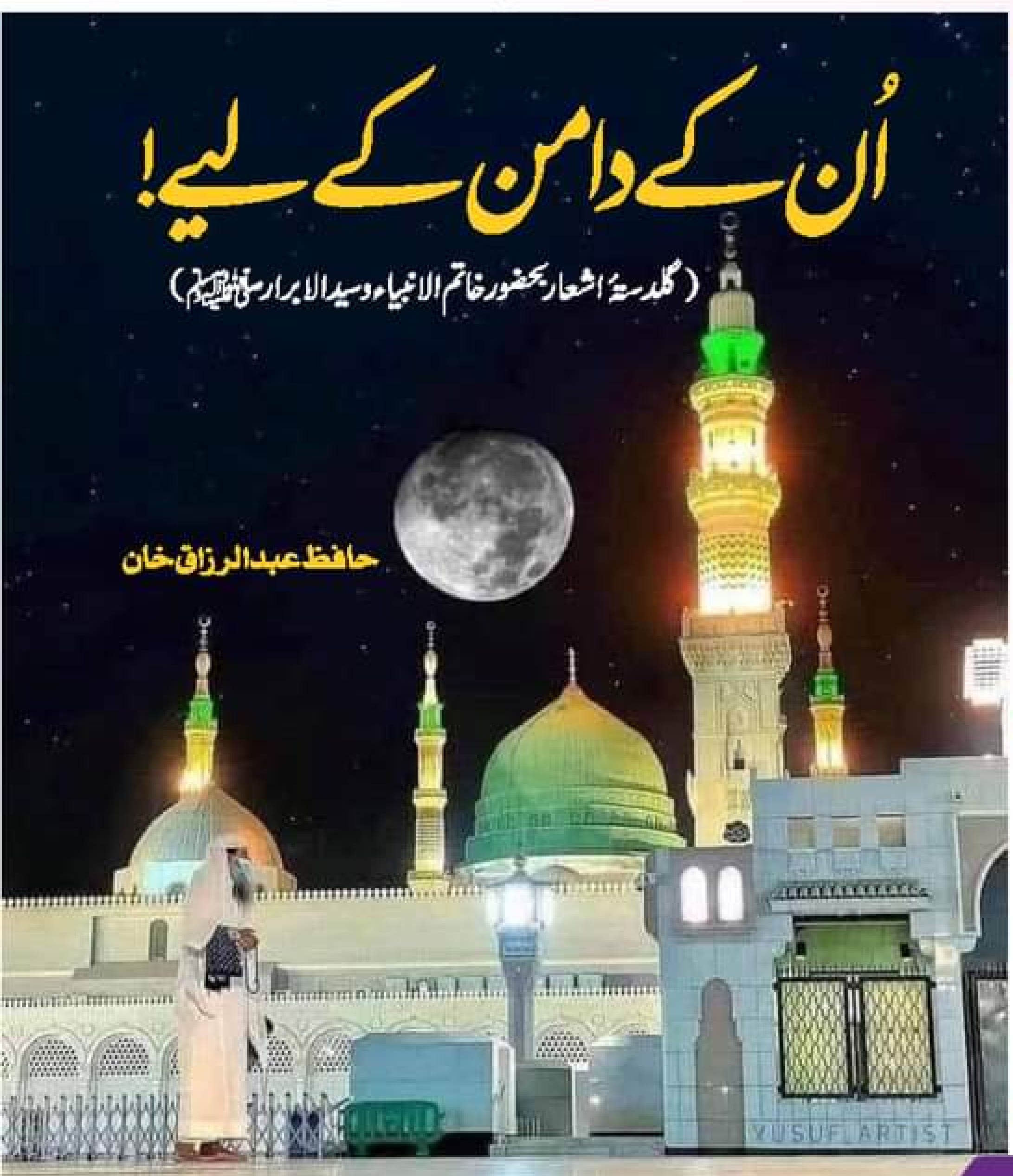

مہدی سمجھ، مسیح سمجھ، چاہے جو سمجھ
کانا! ہمارے ہاں تو مغلظ رسید ہے

(عباس عدیم قریشی)

لوحِ ازل پہ اولیں، بزمِ جہاں میں آخری
اسم جسے لکھا گیا، کون ہے؟ ہاں! تمہی تو ہو

(سید محمد اشرف برکاتی)

وہ دانائے سبل، ختم الرسل، مولائے کل جس نے
غبارِ راہ کو بخشا فروغِ وادیٔ سینا
نگاہِ عشق و مستی میں وہی اول وہی آخر
وہی یٰسں وہی طٰہٰ وہی قرآں وہی فرقاں

(علامہ محمد اقبالؒ)

نازکیوں نہ کریں آپ سے نسبت والے
لوگ کہتے ہیں ہمیں ختمِ نبوت والے

(انس نواز رحیمی)

رسول مجتبیٰ کہیے، محمد مصطفیٰ کہیے
خدا کے بعد بس وہ ہیں، پھر اس کے بعد کیا کہیے
شریعت کا ہے یہ اصرار ختم الانبیاء کہیے
محبت کا تقاضا ہے کہ محبوبِ خدا کہیے

(ماہر القادری)

سخن کو اُن کے حسیں نام سے سجاتے ہیں
ہم اپنا مان اسی صورت سے کچھ بڑھاتے ہیں
بساطِ فکر چمن زار ہو گئی گویا
جو لفظ ہوتے ہیں موزوں، مہکتے جاتے ہیں
ملی ہے ان کو جو کچھ اُن کے رنگ و بو کی رمق
تو پھول جامے میں پھولے نہیں سماتے ہیں
کرشمے ہیں اسی نورِ ازل کے ماہ و نجوم
یہ سب انہی کے ہیں جلوے جو جگمگاتے ہیں
ادا ہو کس سے بھلا حق ثنائے خواجہ ﷺ کا
نہ پوچھیے کہ یہ مضموں کہاں سے آتے ہیں

(شان الحق حقی)

منکر ختم نبوت! غرق ہو
تجھ سے ہو کیسی مروت، غرق ہو
میں علی الاعلان کرتا ہوں لعیں!
تجھ سے اعلانِ بغاوت، غرق ہو

(ارسلان احمد ارسل)

☆☆☆

(خصوصی طور پر بچوں کا اسلام کے نوعمر قارئین کے لیے سہل اور عام فہم انداز میں تلخیص کیا گیا!)

میرِ حجاز

اختر حسین عزمی

معاذ بن عفرا اور اس کا خالہ زاد بھائی رافع یثرب سے کئی دنوں کے سفر کے بعد مکہ کے قریب پہنچ چکے تھے۔

جب وہ اونچے پہاڑی درّے سے نیچے اتر رہے تھے تو انھوں نے ایک شخص کو ایک جھاڑی کے سائے میں بیٹھے دیکھا۔

انھوں نے سوچا کہ اپنی سواری کے اُونٹ اس شخص کی نگرانی میں چھوڑ دیتے ہیں اور خود جا کر خانہ کعبہ کا طواف کر آئیں گے۔ چنانچہ انھوں نے اس شخص کی طرف رخ کر لیا اور قریب پہنچ کر جاہلی رواج کے مطابق سلام کیا۔

ان شخص نے انھیں اہلِ اسلام کے طریقے پر سلام کا جواب دیا۔

”آپ کون ہیں؟“

نیچے اتر کر اپنا تعارف کرانے کے بعد دونوں مسافروں نے اس بارعب شخصیت سے سوال کیا: ”وہ شخص کہاں ہیں، جنھوں نے رسالت کا دعویٰ کیا ہے؟“

”وہ میں ہی تو ہوں۔“ جواب ملا

”آپ محمدؐ ہیں تو ہمارے سامنے اپنا دین پیش کیجیے۔“

ان کی اس خواہش پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسلام پیش کرتے ہوئے دونوں سے پوچھا: ”یہ بتاؤ کہ زمین، آسمانوں اور پہاڑوں کو کس نے پیدا کیا؟“

”اللہ نے۔“ دونوں مسافروں نے جواب دیا۔

”تمھیں کس نے پیدا کیا؟“

”اللہ تعالیٰ نے۔“

”جن بتوں کی تم عبادت کرتے ہو، انھیں کس نے بنایا ہے؟“

”ان کو تو ہم نے خود گھڑا ہے۔“

”عبادت کا زیادہ حق دار خالق ہے یا مخلوق؟“

”خالق۔“

”تو تم اس بات کے زیادہ حق دار ہو کہ اپنے ہاتھوں سے گھڑے ہوئے بتوں کی بجائے اپنے رب کی عبادت کرو۔ میں تمھیں اس بات کی دعوت دیتا ہوں کہ تم یہ گواہی دو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اس کا رسول ہوں، نیز اپنے قریبی رشتے داروں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤ اور لوگوں پر زیادتی کرنا چھوڑ دو۔“

”بالفرض آپ کا یہ دعویٰ نہ بھی ہو تو پھر بھی آپ کی باتوں کا شمار مکارم اخلاق اور حسن معاشرت میں تو ہو گا۔ سر دست آپ ہماری سواری کے اُونٹ پکڑ رکھیے تاکہ ہم بیت اللہ کا طواف کر آئیں۔“

یہ کہتے ہوئے رافع بیت اللہ کی طرف چل کھڑا ہوا اور اس کا خالہ زاد معاذ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیٹھا رہا۔

رافع نے بیت اللہ کا طواف کیا اور پھر فال نکالنے کے لیے سات تیر لیے۔

ان میں سے ایک تیر اس نے محمدؐ بن عبداللہ کے نام سے مخصوص کر دیا، پھر کعبہ کی طرف رخ کر کے دعا مانگی:

”یا اللہ! جس دین کی طرف محمدؐ دعوت دیتے ہیں، اگر وہ سچا ہے تو ساتوں بار ان کے نام کا تیر نکال دے۔“

رافع نے تمام تیروں کو گڈمڈ کیا اور پھر ایک تیر نکالا، اس پر ”محمدؐ“ کا نام تھا، پھر دوبارہ فال نکالی تو پھر وہی تیر نکلا۔

وہ تیر نکالتا گیا حتیٰ کہ ساتوں تیر اسی نام کے تھے۔

یہ دیکھ کر رافع نے بے اختیار پکار کر کہا:

اَشھد اَن لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ و اشھد اَنَّ مُحَمَّدًا رسول اللہ۔

رافع کا بلند آواز سے کلمہ شہادت سن کر اس کے اردگرد لوگوں کی بھیڑ جمع ہوگئی کہ اسے فال نکالتے نکالتے اچانک کیا ہوا اور پھر وہ کہنے لگے:

”یہ پاگل ہے، بے دین ہو گیا ہے۔“

”نہیں بلکہ ایسا مرد ہوں جس کا دل نورِ ایمان سے روشن ہو گیا ہے۔“

یہ کہتے ہوئے حضرت رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ حرم سے نکل کر واپس اسی جگہ پہنچے، جہاں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما تھے۔

ان کے خالہ زاد معاذ بن عفرا نے جب اپنے خالہ زاد کو آتے دیکھا تو اس کے چہرے کی بشاشت کو دیکھ کر پکار اٹھا:

”اے رافع! تم جو چہرہ لے کر گئے تھے، اس چہرے کے ساتھ واپس نہیں آئے۔“

رافعؓ کی تائید سے معاذ بھی حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہو گئے یعنی مسلمان ہو گئے۔

جب دونوں بھائی مسلمان ہو گئے تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انھیں سورۂ یوسف اور سورۂ علق کی تعلیم دی۔

نعمت ایمان اور قرآن کی دو سورتوں کی دولت جاودانی اپنے دامن میں سمیٹے اور وہ دونوں یثرب کو روانہ ہو گئے۔ (جاری ہے)

جواہرات سے قیمتی

☆ بے کار انسان مردے سے بھی بدتر ہے، کیونکہ مردہ کم جگہ گھیرتا ہے۔

☆ علم پر عمل کرنا سب سے زیادہ مشکل کام ہے، لیکن یہی اصل کام ہے۔

☆ عبادت کو ایسا کامل نہ سمجھو کہ ناز کرنے لگو، نہ ایسا ناقص سمجھو کہ بے کار سمجھنے لگو۔

☆ انسان کو مستقبل کا علم نہ دینا اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے۔

☆ روزی کمانا منع نہیں، دنیا کی محبت منع ہے۔

☆☆☆

مٹھائی اور ہم

دانش عارفین حیرت

یہ اُن دنوں کی بات ہے جب ہم حفظِ قرآن کے بعد تلوار والی مسجد (انار کلی) میں قرآن مجید کی دُہرائی کر رہے تھے۔ مدرسے سے فارغ ہو کر ہم سب طالب علم اپنے استاد حافظ چاندو کے پاس جاتے اور منزل (سپارہ) سناتے۔

حافظ چاندو ایک سنار تھے۔ ہم اُن کی دکان پر "منزل" سنا کر واپس آ جاتے۔

انھی دنوں ہمارے مدرسے میں ایک اور لڑکے نے قرآن مجید حفظ کیا۔ اس کے والد صاحب بہت ہی خوش ہوئے اور ڈھیر ساری مٹھائی منگوا کے سب لوگوں میں بانٹ دی۔ یہ لڑکا بھی ہم سب کے ساتھ حافظ چاندو کے پاس منزل سنانے کے لیے آتا تھا۔ اس کے والد، اقبال صاحب کی حافظ چاندو سے دوستی بھی تھی اس لیے ابتدا میں تو انھوں نے سب کو مٹھائی ویسے ہی کھلا دی پھر بعد میں مزید مٹھائی منگوا کے حافظ چاندو کی دکان پر رکھوا دی۔ وہاں سے روزانہ وہ چند ڈبے لے کر جاتے اور اپنے عزیزوں میں بانٹ دیتے۔

جب بھی نئی مٹھائی آتی، ہم اقبال انکل سے مٹھائی مانگ کر کھا لیتے۔ ایک دو بار تو انھوں نے ہمیں ہر نئی "کھیپ" سے مٹھائی کے ڈبے دے دیے، پھر انکار کر دیا۔ ظاہر ہے اتنا ندیدہ پن دکھانے پر منع تو کرنا ہی تھا نا......!

عام طور پر حافظ چاندو کی دُکان پر کافی لڑکے منزل سنانے کے لیے موجود ہوتے تھے لیکن دوپہر میں ہم چار پانچ لڑکے ہی ہوتے تھے۔ عمر، بلال، وقاص، زبیر اور میں۔

ایک دن ہم لوگ آپس میں گفتگو کر رہے تھے۔ عمر کہنے لگا: "یار! اقبال انکل نے تو مٹھائی دینے سے منع کر دیا ہے۔"

بلال نے کہا: "ڈبے یہیں پر رکھے ہیں۔ چپ کر کے ایک ڈبا اٹھا لیتے ہیں۔ چاروں ایک ایک لڈو کھا لیں گے۔"

"ارے ہاں! کیا آئیڈیا دیا ہے۔" وقاص نے لہک کر کہا۔

پھر ہم نے ایسا ہی کیا اور ایک مٹھائی کا ڈبا اٹھا کر مل ملا کر کھا لیا۔

ایک دو دن بعد انکل نے حافظ چاندو سے شکایت کی کہ وہ جو مٹھائی آئی تھی، اس میں سے ایک ڈبا کم ہے۔

حافظ چاندو نے حیرت سے ان کی طرف دیکھا: "کیا مطلب! ڈبا کیسے کم ہو سکتا ہے؟

انکل نے کہا: "بچے کھا گئے ہوں گے۔ میں نے پچھلی بار منع جو کر دیا تھا کہ اب مٹھائی نہیں ملے گی۔ بات یہ ہے کہ میں نے فہرست کے مطابق مٹھائی منگوائی تھی کہ کس کس کو بھیجنی ہے۔ اب ایک ڈبا کم ہوا تو ایک جگہ مٹھائی نہیں بھیج سکا۔"

اگلے دن حافظ چاندو نے ہم سب کی خوب کلاس لی: "ہاں بھئی! مٹھائی کا ڈبا کس نے چوری کیا تھا؟"

یہ سوال سن کر ہم بھی چوری سے انکاری ہو گئے۔ حافظ چاندو نے ہمیں تنبیہ کی کہ آئندہ کوئی ڈبا غائب ہوا تو سب کو دُکان کے باہر مرغا بناؤں گا۔

اگلے ہی دن مٹھائی کی نئی کھیپ آ گئی، ساتھ ہی ہم سب کا دل مٹھائی کھانے کے لیے للچانے لگا، مگر اب ڈبا نہیں چرا سکتے تھے، اس لیے اپنا سا منہ لے کر رہ گئے۔

لیکن اگلے ہی دن ہمارے ذہن میں ترکیب آئی۔ ہم نے نہایت احتیاط سے ایک ڈبا کھولا اور اس میں سے ایک لڈو نکال کر کھا لیا۔ اُس کے بعد جس نفاست سے ڈبا کھولا تھا اسی نفاست سے واپس بند کر دیا۔ ایک ڈبے میں عام طور پر پانچ لڈو ہوتے تھے، اس طرح چار لڈو باقی رہ جاتے۔

ایک دو دن تو ہم نے اکیلے ہی لڈوؤں کا مزہ لیا پھر اپنے ساتھ موجود لڑکوں کو بھی اس چوری میں ملا لیا۔ اب ہم روزانہ ڈبے کھول کر چیک کرتے، جس ڈبے میں پانچ لڈو ہوتے اس میں سے ایک لڈو اُڑا لیتے۔ ایک مرتبہ تو ایسا بھی ہوا کہ ایک ڈبے میں چھے لڈو نکل آئے۔ اُس روز ہمارے وارے نیارے ہو گئے، یعنی ہم نے ایک کے بجائے دو لڈو چوری کیے۔ دس پندرہ دن اسی طرح گزر گئے۔ ہم روز حافظ چاندو کی دکان پر آتے اور لڈو چوری کر کے کھاتے۔

ایک روز کی بات ہے کہ دوپہر کے وقت ایک اور لڑکا نوید بھی آ گیا۔ اُس نے ہمیں لڈو چوری کرتے دیکھ لیا۔ سونے پر سہاگا یہ ہوا کہ اقبال انکل بھی اُسی وقت پہنچ گئے۔ انھوں نے ہماری اس نادانی کو نظر انداز کر دیا اور وہاں سے چلے گئے۔

ہم آپس میں سوچنے لگے کہ اب کیا ہوگا؟ نوید نے ہمیں تنبیہ کی: "تمھیں کیا لگتا ہے، اقبال انکل نے تمھیں مٹھائی چوری کرتے ہوئے نہیں دیکھا؟"

ہم نے جواب دیا: "دیکھا ہے، بس انھوں نے کچھ کہا نہیں۔ اب کل حافظ چاندو مرغا بنائیں گے۔"

"کیا مطلب؟" نوید نے سوال کیا۔

اس کے سوال پر ہم نے اسے پوری کہانی سنا دی۔ کہانی سن کر نوید کہنے لگا: "بس ٹھیک ہو گیا۔ بیٹا! اب میں کل اپنے ابو کا کیمرے والا 'نوکیا' فون لے کر آؤں گا اور مرغا بنے ہوئے تمھاری تصویر کھینچ کر سب کو دکھاؤں گا۔"

ہم تو پہلے ہی پریشان تھے کہ اقبال انکل نے ہمیں مٹھائی چوری کرتے دیکھ لیا ہے، دوسرے یہ مرغا بننے کے بعد ہماری تصویر کھینچنے کی بات کر رہا ہے، سو خاموش ہونے ہی میں عافیت جانی۔

اگلے دن، ہم ڈرتے ڈرتے حافظ چاندو کی دکان پر پہنچے کہ آج تو ہمارے ساتھ بہت ہی برا ہوگا، لیکن، ہماری توقع کے خلاف حافظ چاندو نے بھی ہمیں کچھ نہیں کہا۔ آج دکان پر سے مٹھائی کے ڈبے بھی غائب تھے۔ غالباً اقبال انکل ہماری نادانی کے باعث ڈبے لے گئے تھے۔ نوید بھی وہاں موجود تھا۔ ہم نے اُس سے معاملہ پوچھا تو اُس نے جواب دیا: "بھائی! تم لوگ تو چوری کرنے سے باز نہیں آ رہے تھے اس لیے اقبال انکل نے یہاں سے مٹھائی ہی اٹھوا لی ہے مگر تمھاری شکایت نہیں لگائی ہے۔ تم بس شکر کرو کہ بچ گئے۔"

اور واقعی ہم نے اپنی اس شرارت پر بچ جانے کی وجہ سے اللہ میاں کا شکر ادا کیا اور بعد میں جب عقل آئی تو پھر اپنی اس نادانی پر توبہ بھی بہت کی۔

☆☆☆

مداوا

علی اکمل تصوّر

"یہ لو گے؟...... فائدے کا سودا ہے۔"

آنے والے نے اپنا منہ تقریباً اُس کے کان سے لگاتے ہوئے کہا تھا۔

"کیا ہے یہ......؟" وہ حیرت سے بولا اور آنے والے کا جائزہ لینے لگا۔

وہ پینتالیس برس کا ایک ادھیڑ عمر آدمی تھا۔ سر کے بال وقت سے پہلے سفید ہو چکے تھے۔ صرف کن پٹیوں پر بال سیاہ تھے۔ اُن میں بھی چاندی کی سی تاریں چمک رہی تھیں۔ چہرے پر معصومیت پھیلی ہوئی تھی۔ اُس نے ہاتھ میں کپڑے کا تھیلا پکڑ رکھا تھا، جس میں کوئی وزنی سی چیز بند تھی۔

"مجھے اپنے بچے کی داخلہ فیس دینی ہے، یہ لے لو...... قیمت جو چاہے دے دو، لیکن میں ضرورت مند ہوں، اس لیے خیال رکھنا۔" اُس نے سرگوشی کے انداز میں کہا۔

"پر یہ ہے کیا؟"

"یہ...... یہ ریڈیو ہے۔" اُس نے تھیلے کا منہ کھولتے ہوئے ایک بڑا سا ریڈیو نکال کر میز پر رکھ دیا اور پیچھے ہٹ گیا۔

"میں اسے نہیں خرید سکتا...... کسی اور دُکان پر جاؤ۔"

"دیکھیے، میں ایک عزت دار آدمی ہوں۔ اگر ضرورت نہ ہوتی تو یہاں کبھی نہ آتا۔ کل تک میرے دو بچوں کی داخلہ فیس جمع نہ ہوئی تو اُن کا پورا سال ضائع ہو جائے گا۔ اسکول میں داخلے کی کل آخری تاریخ ہے۔" اُس نے لرزتی ہوئی آواز میں کہا۔

"ضرورت مند تم ہو، میں نہیں اور میں تمھارے جھانسے میں نہیں آنے والا، میری دُکان سے اسی وقت باہر نکل جاؤ۔"

"جاتا ہوں جی، لیکن آپ نے میرے ساتھ اچھا سلوک نہیں کیا۔" اتنا کہہ کر وہ دکان سے باہر نکل آیا۔

سامنے فٹ پاتھ پر کھڑے ہو کر اُس نے صنم الیکٹرونکس کی پروقار عمارت پر ایک نظر دوڑائی۔ عمارت کی پیشانی پر نیون سائن چمک رہا تھا۔ شام رات میں ڈھلنے لگی تھی۔ لوگ بازار میں ٹہل رہے تھے۔ خریداری کر رہے تھے۔ یوں لگتا تھا کہ دنیا کا ہر فرد خوش حال ہے، اُداس ہے تو صرف وہی ہے۔ اچانک ہی ایک آواز اُس کے کانوں سے ٹکرائی: "ارے توقیر! تم یہاں کھڑے ہو؟" آواز اُس کے لیے شناسا تھی۔

اُس نے گھوم کر دیکھا تو عارف چلا آ رہا تھا۔

اُس نے کپڑے کے تھیلے کو اپنے پیچھے چھپا لیا اور مسکرانے لگا۔

"خیر تو ہے توقیر؟"

عارف نے قریب آ کر مصافحہ کرتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں دوست! بس تمھاری طرح ذرا سیر کرنے نکل آیا تھا۔" وہ مسکرایا۔

"تمھیں کیسے معلوم کہ میں اس وقت سیر کے لیے نکلتا ہوں۔ ویسے اِس وقت میں دفتر سے واپس آ رہا ہوں۔" لہجہ حیرت لیے ہوئے تھا۔

"آخر دوست ہوں تمھارا۔" توقیر نے مختصراً جواب دیا۔

"یہ تم نے اپنے پیچھے کیا چھپا رکھا ہے؟"

اُس نے جلدی سے کہا اور تھیلے کو جھپٹ لیا۔

ہاتھ میں پکڑی ہوئی فائلیں توقیر کو پکڑائیں اور پھر تھیلا کھول ڈالا۔

"ارے یہ تو ریڈیو ہے۔ نیا لگتا ہے، خریدا ہے کیا؟"

اُس نے اپنے مخصوص انداز میں بولتے ہوئے کہا۔

"ہاں...... خریدا ہے۔" توقیر نے خشک گلے کو تر کرنے کے لیے تھوک نگلتے ہوئے کہا۔

وہ اُسے کچھ بتانا نہیں چاہتا تھا۔ عارف اُس کا مخلص دوست تھا۔ وہ اپنے کسی دوست کو آزمائش میں ڈالنا پسند نہیں کرتا تھا۔ عارف ایک پرائیویٹ دفتر میں ملازم تھا۔ ریڈیو کو اچھی طرح دیکھنے کے بعد اُس نے ریڈیو توقیر کو تھما دیا اور پھر فائلیں اُس سے لے لیں۔

"یار توقیر! دفتر میں، میں فائلوں کو مکمل نہیں کر سکا۔ سر میں درد ہونے لگا تھا۔ اب فائلوں کو گھر لے جا رہا ہوں۔ رات میں ان سے فارغ ہو جاؤں گا۔ تم یہ اپنا تھیلا مجھے دے دو۔ صبح لے لینا۔" عارف نے تیز تیز بولتے ہوئے کہا۔

توقیر نے جواب دیے بغیر کپڑے کا تھیلا اُس کی طرف بڑھا دیا اور پھر عارف سے اجازت لے کر آگے بڑھ گیا۔ ریڈیو کو بیچنے کے لیے ابھی بہت سی دکانیں موجود تھیں۔

توقیر کو جاتے دیکھ کر عارف نے لمبا سانس لیا اور تھیلے میں فائلیں ڈال کر صنم الیکٹرونکس کے بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

دروازے پر کھڑے ملازم نے اُس کے لیے دروازہ کھول دیا اور عارف کاؤنٹر پر چلا آیا۔

"ارے عارف تم؟! یار بڑے دنوں بعد شکل دکھائی ہے۔"

بولنے والے کا لہجہ مسرت سے بھرپور تھا۔

''کیا کروں دوست! زمانہ مہنگائی کا ہے۔ دفتر میں بھی اوور ٹائم لگاتا ہوں، پھر گھر کو بھی وقت دینا ہوتا ہے۔ بس فارغ وقت ہی نہیں ملتا۔ آج دفتر سے واپسی پر اِدھر سے گزر رہا تھا تو سوچا کہ تم سے مل لیا جائے۔''

عارف کہتا چلا گیا اور پھر کاؤنٹر کے ایک طرف چوکور سا تختہ اُٹھا کر اندر داخل ہو گیا، پھر ایک پلاسٹک کا اسٹول گھسیٹ کر اُس کے پاس بیٹھ گیا۔

''اور سناؤ اقبال! کیا مصروفیات ہیں؟''

عارف نے روایتی انداز میں بات شروع کی، لیکن اقبال کی نظریں کپڑے کے تھیلے پر جمی ہوئی تھیں۔

''تو کیا یہ ریڈیو تم نے خرید لیا؟'' اقبال نے سوال نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔

''میں نے خرید لیا...... کیا؟ بھائی یہ میری فائلیں ہیں!''

''ابھی ابھی ایک آدمی میرے پاس ریڈیو بیچنے آیا تھا، وہ ریڈیو اسی تھیلے میں تھا۔''

''کیا......؟ توقیر یہاں ریڈیو بیچنے آیا تھا؟ لل...... لیکن اُس نے تو یہاں سے وہ ریڈیو خریدا ہے۔''

عارف نے ماتھے پر بل ڈالتے ہوئے حیرت سے پوچھا۔

''وہ شخص ریڈیو بیچنے آیا تھا، لیکن میں نے خریدنے سے انکار کر دیا۔ ویسے تم اُسے کیسے جانتے ہو؟'' اقبال نے عارف کو کریدنے کی غرض سے کہا۔

''وہ میرا بہت عزیز دوست ہے، لیکن ان دنوں غریبی کی آزمائش میں ہے۔ خیر اب میں ساری بات سمجھ گیا ہوں۔ اُسے ضرور کوئی مجبوری آن پڑی ہوگی۔ وہ بہت خوددار ہے۔ کسی کے آگے ہاتھ پھیلانا اُسے پسند نہیں۔'' عارف کا لہجہ ہمدردانہ تھا۔

''یار! پھر تو مجھ سے غلطی ہو گئی۔ اُس نے کہا تھا کہ مجھے اپنے بچوں کی داخلہ فیس ادا کرنی ہے۔ لیکن میں نے اُسے غلط سمجھا اور تلخی سے پیش آیا۔'' اقبال نے ندامت سے سر جھکا لیا۔

پھر اُن کے درمیان کچھ دیر اسی موضوع پر باتیں ہوتی رہیں۔ آدھے گھنٹے بعد عارف رخصت ہو گیا لیکن اقبال اپنے دل پر بوجھ محسوس کرنے لگا تھا۔ اُسے توقیر کی باتیں یاد آ رہی تھیں۔ اُس نے کہا تھا: ''اگر میرے بچوں کی فیس جمع نہ ہو سکی تو انھیں سکول سے نکال دیا جائے گا۔''

اقبال اُٹھ کر کاؤنٹر کے پیچھے ٹہلنے لگا۔

رات ہونے کی وجہ سے دکان پر بہت رش ہو گیا تھا۔ ملازم لڑکے گاہکوں کی طرف متوجہ تھے لیکن اقبال...... وہ اپنے رویے پر بہت نادم تھا۔ لیکن اب کیا کیا جا سکتا تھا؟

گیارہ بج رہے تھے لیکن بازار میں بھیڑ کم نہیں ہوئی تھی۔ اتنے میں میلے لباس میں ملبوس ایک آدمی صنم الیکٹرونکس میں داخل ہوا۔ اُس نے چمڑے کا دستی بیگ پکڑ رکھا تھا۔ دُکان میں داخل ہو کر اُس نے بے بسی سے چاروں طرف دیکھا اور کاؤنٹر کی طرف قدم اُٹھا دیے۔

اقبال اُسے غور سے دیکھ رہا تھا۔ وہ آدمی اقبال کو متوجہ پا کر اُس کے پاس آ گیا اور کہنے لگا: ''میں بہت ضرورت مند ہوں۔ یہ ٹیپ ریکارڈر خرید لیجیے۔''

وہ بولتا رہا، اقبال سنتا رہا۔ اُس کے چہرے پر رونق دوڑنے لگی تھی۔ اُس کے غلط رویے کا

صحابہ اور تابعین کے ایمان افروز اور انوکھے واقعات جاننے کے لیے دو بہترین کتابیں

صحابہ کے واقعات
- 75 کامیاب ہستیوں کا خوبصورت تذکرہ
- واقعات سے حاصل شدہ قیمتی فوائد و نصائح پر مشتمل
- دین سے محبت اور عمل کا شوق ابھارنے میں معاون

صرف 810/-

تابعین کے واقعات
- 32 خوش نصیب ہستیوں کا ایمان افروز تذکرہ
- قیمتی فوائد و نصائح پر مشتمل
- اسکول و مدارس کے نصابی تقاضوں سے ہم آہنگ

صرف 652/-

آئیں! مل کر کتاب دوستی کو فروغ دیں اور اس پیغام کو عام کریں۔

مستند مجموعۂ وظائف
اب موبائل ایپلی کیشن میں بھی دستیاب ہے۔
GET IT ON Google Play

بیت العلم
کراچی فون: 021-32726509، موبائل: 0309-2228089
لاہور فون: 042-37112356
Visit us: www.mbi.com.pk maktababaitulilm

مداوا ہونے والا تھا۔ اُس نے سرسری انداز میں ٹیپ ریکارڈر کا جائزہ لیا اور پھر پانچ سو کا نوٹ اُس آدمی کو پکڑا دیا۔

اُس آدمی نے چمکتی ہوئی آنکھوں سے اقبال اور صنم الیکٹرونکس کی عالی شان دکان کو دیکھا اور بیرونی دروازے کی طرف قدم اُٹھا دیے۔

باہر آ کر اُس نے ایک طائرانہ نظر دکان پر ڈالی۔ اُس کی آنکھوں کی چمک گہری ہوتی چلی جا رہی تھی۔ اُس نے مسکرا کر سگریٹ سلگایا اور ایک طرف روانہ ہو گیا۔

اقبال خود کو بہت پرسکون محسوس کر رہا تھا۔ اُس نے کسی ضرورت مند کی مدد کی تھی۔ صنم الیکٹرونکس کا نیون سائن اسی طرح چمک رہا تھا۔ عمارت پر نصب روشنیوں نے تاریکی کا احساس مٹا دیا تھا۔ ٹھیک بارہ بجے ایک زوردار دھماکا ہوا۔ سونے والے ہڑبڑا کر اُٹھنے لگے۔ کھڑکیوں کے شیشے ٹوٹ چکے تھے اور صنم الیکٹرونکس کی عالی شان عمارت ملبے کا ڈھیر بن چکی تھی۔ روشنیاں بجھ چکی تھیں۔ اب ہر طرف تاریکی چھائی ہوئی تھی۔

☆☆

مداوا بلا تحقیق کسی اور کی مدد کرنے سے نہیں ہوا تھا۔ اگر تلافی کی فکر تھی تو جس کے بارے میں تحقیق ہو گئی تھی، اسی کا پتا اس کے دوست عارف سے پوچھ کر اس کی مدد کی جا سکتی تھی......! مگر افسوس! اتنا تردد کرنا ضروری نہیں سمجھا گیا۔

☆☆☆

قرآن شریف اور میں!

میں نے اپنی تعلیم کا آغاز ہی قرآن مجید سے کیا۔ چار برس کی عمر تھی جب گاؤں کی مسجد میں درس لینا شروع کیا۔ ابتدائی پانچ پارے پڑھے تھے کہ یہ سلسلہ منقطع ہو گیا۔

پرائمری تعلیم کے بعد جب میں مڈل میں داخلے کے لیے اپنے سرپرست چچا کے ہاں پہنچا تو انھوں نے خود ہی قرآن مجید کی تعلیم دینا شروع کر دی۔

یہ تعلیم ناظرہ قرآن پڑھنے تک محدود نہیں تھی بلکہ اس کے ساتھ متن کے اردو ترجمے کے علاوہ مفصل تفسیر بھی شامل تھی۔

یہ تفسیر حقانی تھی، پھر پانچویں جماعت سے بی اے تک میں نے عربی کی تعلیم حاصل کی اور یوں قرآن مجید کی تفہیم میں خاصی مدد ملی۔

فارغ التحصیل ہونے کے بعد قرآن کریم کے متعدد تراجم اور تفسیری نسخے زیر مطالعہ رہے لیکن اب میرا طریق یہ ہے کہ ترجمے کی صحت معلوم کرنی ہو تو مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا ترجمہ دیکھ لیتا ہوں اور کسی آیت کی تفسیر پیش نظر ہو تو مولانا ابو الکلام آزاد سے استفادہ کرتا ہوں۔ یوں تو قرآن مجید کے کسی ایک حصے کو کسی دوسرے حصے پر ترجیح دینا گستاخی ہے لیکن میں سمجھتا ہوں کہ میرے خیالات پر اس آیت کا اثر بے حد گہرا ہے:

وَعِبَادُ الرَّحۡمٰنِ الَّذِيۡنَ يَمۡشُوۡنَ عَلَى الۡاَرۡضِ هَوۡنًا وَّاِذَا
خَاطَبَهُمُ الۡجٰهِلُوۡنَ قَالُوۡا سَلٰمًا۔

قرآن مجید کے متعلق مجھے یہ واقعہ کبھی نہیں بھولے گا کہ ایک گاؤں میں ایک نوجوان کسی الزام میں پکڑا گیا۔

معاملے سے تھانے کو مطلع کرنے کی بجائے گاؤں کی ناموس کے نام پر معززین کی ایک پنچایت کے سامنے پیش کیا گیا تھا۔

پنچایت نے یہ اعلان کیا کہ اگر یہ نوجوان قرآن شریف پر ہاتھ رکھ کر کہہ دے کہ اس پر الزام غلط ہے تو یہ دعویٰ واپس لے لیا جائے گا۔

نوجوان نے بھی یہ دعوت قبول کر لی۔

قرآن مجید کا ایک نسخہ منگوایا گیا اور جب نوجوان سے کہا گیا کہ وہ اسے چھو کر قسم کھائے تو وہ ایک قدم آگے بڑھا بھی، مگر پھر جیسے سناٹے میں آ گیا۔

اس کے سارے جسم پر رعشہ طاری ہو گیا۔ رنگ فق ہو گیا۔ ہونٹ کانپنے لگے اور آخر اس نے بچوں کی طرح بلک بلک کر روتے ہوئے اپنے جرم کا اعتراف کر لیا۔

(احمد ندیم قاسمی مرحوم کی آپ بیتی سے ایک اقتباس)

☆☆☆

کراچی انٹرنیشنل ایکسپو بک فئیر 2023ء

اساتذہ اور والدین سے گزارش ہے کہ مطالعے کا ذوق وشوق پیدا کرنے کے لیے بچوں کے ہمراہ بک فئیر میں ضرور تشریف لائیں

اس سال بھی ہمارے اسٹال پر ان شاء اللہ آپ کی دلچسپی کا پورا پورا سامان موجود ہوگا۔ اشتیاق احمد کی اسلامی کتابیں اور 170 جاسوسی ناول، مدیر چاچو محمد فیصل شہزاد کی دو نئی نویلی کتابیں، آئی جی غلام رسول زاہد کی کتابیں، ابوحنظلہ سعدی کی مسلم فاتحین سیریز کی کتابوں کے علاوہ 4 نئی کتب، سرمد ناول کے مصنف کاوش صدیقی کے 3 نئے ناول، اور دیگر مصنفین کی 100 کے قریب بالکل نئی کتابیں۔ جی ہاں! اس بار پرانی کتابوں کے ساتھ بہت سی نئی کتابیں بھی اس بک فئیر میں منظر عام پہ آ رہی ہیں۔ اور یہ نئی کتابیں آپ کو ملیں گی حیرت انگیز ڈسکاؤنٹ پر اور مصنفین کے آٹو گراف کے ساتھ، کیوں کہ تمام مصنفین اسٹال پر موجود ہوں گے، آپ ان سے ملاقات کر سکیں گے۔ تو پھر آ رہے ہیں نا آپ؟

کراچی والے ہو جائیں تیار!!

14 دسمبر بروز جمعرات تا 18 دسمبر بروز پیر

روزانہ صبح 10 تا رات 9

ایکسپو سنٹر
حسن اسکوائر
گلشن اقبال، کراچی

کراچی کے علاوہ ملک کے دیگر شہروں کے قارئین بھی اس بک فئیر کے ذریعے خریداری کر سکیں گے۔ جی ہاں گزشتہ سال کی طرح اس سال بھی ہم اپنے اُن تمام قارئین کے لیے آن لائن بک فئیر کا اہتمام کر رہے ہیں جو کراچی سے دور ہونے کی وجہ سے اس بک فئیر میں شرکت نہیں کر سکتے۔

تفصیلات کے لیے رابطہ کیجیے

عبداللہ قائم خانی ۔ سانگھڑ

لیموں کے فوائد

اللہ تعالیٰ نے ہر مرض کے ساتھ اس کی دوا کو بھی پیدا ہے۔ یہ انسان کے اپنے مطالعے پر منحصر ہے کہ وہ دوا تک کیسے پہنچتا ہے۔ مشہور عام لیموں جو کہ ایک عام سبزی ہے، ان دنوں ہر ملک، شہر، گلی، کوچے میں وافر دستیاب ہے۔ گرمیوں میں لیموں کا پانی تو ہر کوئی ذوق وشوق سے پیتا ہے، سردیوں میں بھی اس کا معمول رکھنا چاہیے۔

آیئے دیکھتے ہیں کہ اس کے مستند فوائد کیا کیا ہیں؟

خون کی کمی دور:

لیموں میں شامل وٹامن سی آئرن کی طاقت کو بڑھا دیتا ہے جو اس بیماری کی روک تھام میں مددگار ثابت ہوتا ہے۔ یعنی آئرن سے بھرپور غذاؤں میں لیموں کو چھڑکنے سے نہ صرف ذائقہ بڑھتا ہے بلکہ آئرن کے تمام فوائد بھی حاصل ہوتے ہیں۔

دل کو صحت مند بنائے:

لیموں وٹامن سی کے حصول کا اچھا ذریعہ ہے۔ ایک لیموں سے 31 ملی گرام وٹامن سی ملتا ہے، جو کہ روزانہ درکار مقدار کا 51 فیصد حصہ ہے۔ طبی تحقیقی رپورٹس میں ثابت ہوا ہے کہ وٹامن سی سے بھرپور پھل اور سبزیاں کھانے سے امراض قلب کا خطرہ کم ہوتا ہے، مگر صرف وٹامن سی ہی دل کے لیے فائدہ مند نہیں بلکہ اس میں موجود فائبر اور نباتاتی کمپاؤنڈز بھی امراض قلب کا خطرہ نمایاں حد تک کم کرتا ہے۔

جسمانی وزن کنٹرول کرنے میں مدد دے:

لیموں جسمانی وزن کم کرنے والی غذا ہے، ایک تحقیق کے مطابق لیموں میں موجود فائبر معدے میں جا کر پیٹ کو زیادہ دیر تک بھرے رکھتا ہے، اور ضروری نہیں کہ لیموں کو کھایا جائے۔ اسے مشروب کی شکل میں استعمال کرنا بھی یہی فائدہ پہنچاتا ہے۔ اسی طرح گرم پانی میں لیموں کا عرق ملا کر پینا بھی جسمانی وزن کم کرنے میں مدد دے سکتا ہے۔

نظام ہاضمہ بہتر کرے:

لیموں میں موجود نشاستہ اور ریشہ بدن میں شکر کے ہضم ہونے کے عمل کو سست کرتے ہیں جس سے بلڈ شوگر لیول بھی کنٹرول میں آتا ہے۔

کینسر کا خطرہ کم کرے:

پھلوں اور سبزیوں پر مشتمل غذا کا زیادہ استعمال کچھ اقسام کے کینسر سے بچانے میں مدد دے سکتا ہے۔ ایک تحقیق میں دریافت کیا گیا کہ لیموں میں موجود نباتاتی کمپاؤنڈز انسداد کینسر خصوصیات رکھتے ہیں۔

فالج کا خطرہ کم کرے:

جو لوگ بڑی مقدار میں ترش پھلوں کا استعمال کرتے ہیں ان میں خون کی شریانوں کے امراض سے ہونے والے فالج کا خطرہ کافی حد تک کم ہو جاتا ہے۔

جلدی صحت:

آپ نے ہو سکتا ہے کبھی غور کیا ہو کہ اسکن کیئر کی مصنوعات پر وٹامن سی کا ذکر ضرور ہوتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس وٹامن کو ایک ہارمون کولیگن کی پیداوار کے لیے اہم مانا جاتا ہے۔ یہ ہارمون جلد کی مضبوطی اور لچک کے لیے اہم ہے جبکہ لیموں میں اینٹی آکسائیڈنٹس بھی ہوتے ہیں جو جلد کو ہموار، سرخی مائل اور لچکدار رکھنے کے لیے فائدہ مند ہوتے ہیں۔

گردوں کی پتھری کے لیے مفید:

پوٹاشیم جو کہ لیموں میں پایا جاتا ہے، کیلشیئم اور دیگر معدنیات کو اکھٹا ہو کر گردوں میں پتھری کی شکل میں بدلنے سے روکنے کے حوالے سے مددگار ثابت ہوتا ہے۔ تو لیموں پانی سے لطف اندوز ہو، مگر کوشش کریں کہ اس میں چینی کا اضافہ نہ کریں کیونکہ اس سے گردوں میں پتھری کا خطرہ بڑھ جاتا ہے۔

سانس کو تازہ رکھے:

لیموں کی مہک سانس کو تازہ رکھتی ہے خاص طور پر اگر آپ ایک گلاس نیم گرم پانی میں ایک لیموں کے عرق سے کئی بار کلیاں کریں۔

مزاج خوشگوار بنائے:

لیموں کی تیز ترش مہک کیفین یا چینی کے بغیر توانائی کی لہر فراہم کرتی ہے۔ طبی ماہرین کے مطابق لیموں کو دماغی تحرک دینے والی مہک تصور کیا جاتا ہے۔

مگر اپنے دانتوں کا خیال رکھیں:

یاد رکھیں کہ لیموں کا عرق اور دیگر تیزابی مشروبات کا زیادہ استعمال دانتوں کے لیے نقصان دہ ہو سکتا ہے۔ ماہرین کے مطابق ترش مشروبات سے دانتوں کے گرنے کا خطرہ بڑھ جاتا ہے اور اس بات کا خیال رکھیں کہ کسی بھی ترش غذا یا مشروب کے استعمال کے آدھے گھنٹے بعد تک دانتوں پر برش نہ کریں، کیونکہ اس سے دانتوں کی سطح کو نقصان پہنچ سکتا ہے۔

ہمارے نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دانتوں کی صفائی کے لیے مسواک پر بہت زور دیا ہے۔ لیموں استعمال کریں تو اس کے آدھے گھنٹے کے بعد برش سے نہیں مسواک سے دانت صاف کریں۔

☆☆☆

خاور جمال

جہازوں کا ایندھن

جہاز میں جو ایندھن استعمال کیا جاتا ہے وہ انتہائی بہترین (ریفائنڈ) مٹی کے تیل کا مرکب ہوتا ہے۔(جیٹ فیول Gasoline اور کیروسین آئل کا مرکب ہے)

اس تیل کو جلنے کے لیے ۴۹ ڈگری سیلسیس سے زیادہ درجۂ حرارت چاہیے ہوتا ہے۔ آسان الفاظ میں یوں سمجھیے کہ پیٹرول پر مبنی ایندھن کی نسبت اسے بھڑکنے کے لیے کافی زیادہ درجۂ حرارت درکار ہوتا ہے جس کا مطلب ہے کہ یہ حفاظت کے لحاظ سے زیادہ موزوں ہے۔

جیٹ فیول عام پٹرول سے سستا ہے، اسی وجہ سے ائرلائن ٹکٹ عام عوام کی پہنچ میں ہیں۔

جہاز کا ایندھن اُس کے پروں میں ہوتا ہے۔ اگر پروں پر برف جم جائے تو جہاز اڑنے کے لائق نہیں رہتا، انھی پروں کے اندر جہاز کا ایندھن گردش کر رہا ہوتا ہے کیونکہ پروں کے نیچے جہاز کے انجن نصب ہوتے ہیں۔

ایندھن کے ٹینک جہاز کے پروں کے اندر اِس لیے بنائے جاتے ہیں تاکہ ٹیک آف کے دوران میں، خاص طور پر جب وہ مکمل بھرے ہوئے ہوتے ہیں تو انجن جہاز کو مستحکم رکھتے ہیں تاکہ جہاز کا وزن پرواز کے دوران ہر طرف سے یکساں رہے۔

ایک اور وجہ یہ بھی ہوتی ہے کہ اس طرح کرنے سے جہاز کا کیبن یعنی اندرونی حصہ جہاں مسافر بٹھائے جاتے ہیں، اس کو بنانے کے لیے زیادہ جگہ میسر آجاتی ہے۔

حفاظتی لحاظ سے بھی یہ بہتر ہے کیونکہ اس طرح ایندھن جہاز کی باڈی اور مسافروں سے دور ہوجاتا ہے اور مسافروں کے لیے پرواز کے دوران گواچی گاں (The Lost Cow) کی طرح پھرنا آسان ہوجاتا ہے......!

جہاز کے ایندھن کے بارے میں ایک اور دلچسپ بات یہ ہے کہ جس طرح ہم آلو اور ٹماٹر کلو کے حساب سے خریدتے ہیں، بالکل اسی طرح ہوائی کمپنیاں جہاز میں ایندھن کلو کے حساب سے بھرواتی ہیں۔

ایسا اس لیے ہوتا ہے کیونکہ اڑان بھرنے کے لیے جہاز کا ایک مخصوص وزن ہونا چاہیے جو کہ کلوگرام کے پیمانے پر ناپا جاتا ہے۔ اگر ایندھن کو پاؤنڈ یا گیلن کے پیمانے پر بھرا جائے گا تو یہ ایندھن بھرنے والے کی غلطی ہوگی اور نواب صاحب یعنی کہ جہاز لڑکھڑا جائے گا اور اڑان بھرنے لائق نہیں رہے گا، لہٰذا تمام وزن کلوگرام میں تبدیل کر دیا جاتا ہے تاکہ دورانِ پرواز جہاز مستحکم رہے۔

جہاز میں اتنا اضافی ایندھن بھی ضرور بھرا جاتا ہے کہ اگر منزلِ مقصود پر پہنچنا ممکن نہ ہو تو کسی قریبی شہر کے ہوائی اڈے پر جہاز اتارا جاسکے۔ دنیا کے تمام مسافر بردار جہاز اتنا اضافی ایندھن ضرور لیکر پرواز کرتے ہیں کہ ہنگامی حالات میں پہلے دستیاب ہوائی اڈے پر اتارا جاسکے۔

اس اضافی ایندھن کو (Contingency Fuel) یعنی ہنگامی ایندھن کا نام دیا جاتا ہے۔ جیسا کہ نام سے پتا چلتا ہے ہنگامی ایندھن وہ ایندھن ہے جو غیر متوقع حالات جیسے کہ موسم کی تبدیلی یا ایئر ٹریفک کنٹرول کی رکاوٹوں کی وجہ سے راستے کی تبدیلی اور ہولڈنگ وغیرہ کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔

یا بعض اوقات اگر کوئی جہاز اپنے وقت پر روانہ نہ ہوسکے تو لینڈنگ کے انتظار میں دوسرے جہاز کو کچھ اضافی وقت محوِ پرواز رہنا پڑتا ہے۔ اس دوران وہ جہاز ہوائی اڈے کے چکر لگاتا رہتا ہے، جس کے لیے ظاہر ہے اضافی ایندھن کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس کو ہولڈ کہا جاتا ہے، جیسے ہم کال پر کسی کو ہولڈ کرتے ہیں۔

دُھند کی وجہ سے بھی اکثر پروازوں میں تاخیر ہوجاتی ہے۔ یہاں ایک بات واضح کرتا چلوں کہ شہر کے مقابلے میں ہوائی اڈے کے رن وے پر دھند زیادہ ہوتی ہے۔ اکثر مسافروں کو یہ سمجھانا پڑتا ہے کہ آپ کے گھر والے بھلے چھت پر صاف موسم میں پتنگیں اڑا رہے ہوں لیکن جہاز کو اترنے کے لیے ایک مخصوص حدِ نگاہ چاہیے ہوتی ہے جو رن وے پر شہر کے مقابلے میں دیر سے میسر ہوتی ہے۔

☆☆☆

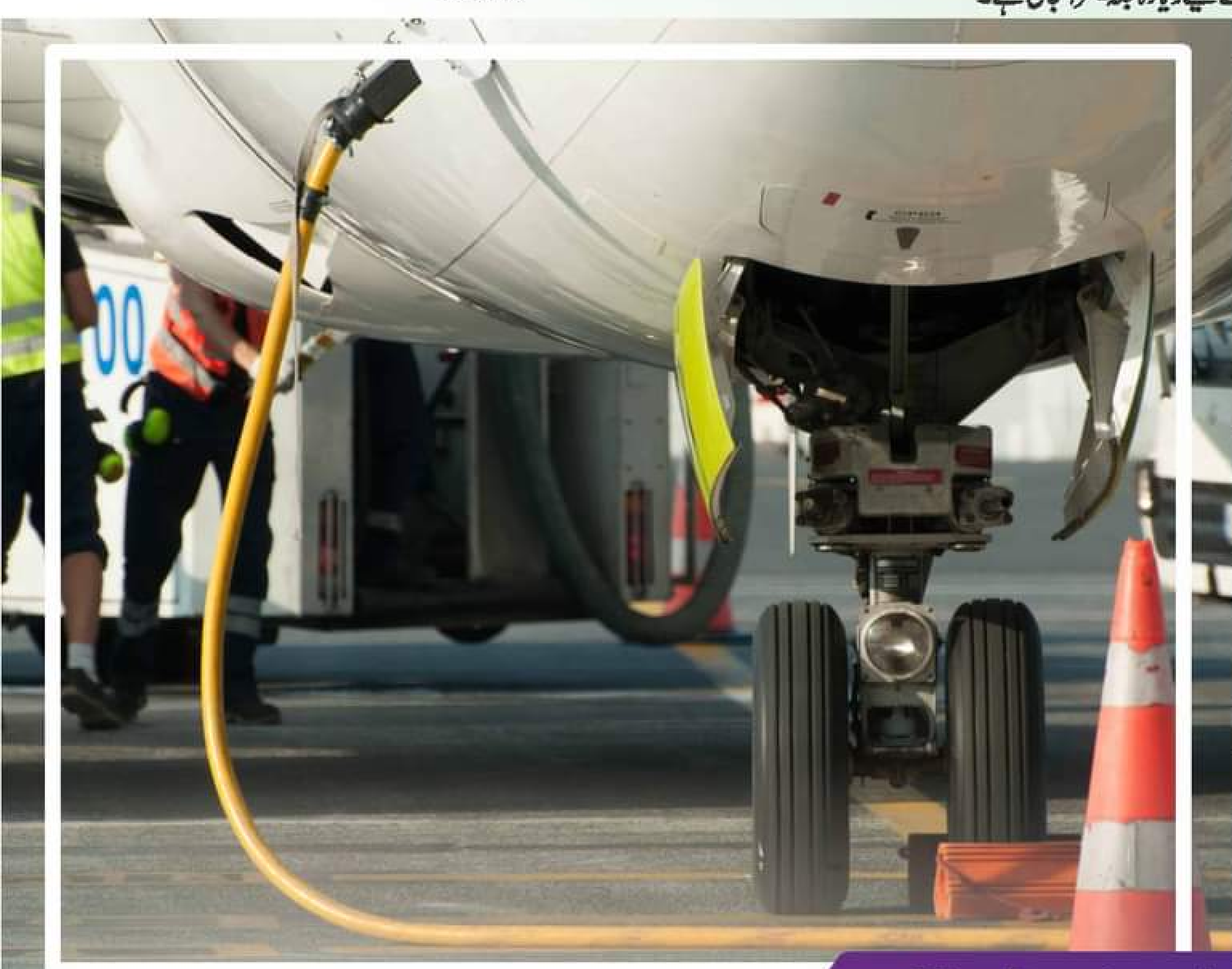

انسپکٹر جمشید سیریز

اُونٹ رے اُونٹ!

۴

اشتیاق احمد

اسی وقت اُن چھے نے ایک ساتھ انسپکٹر جمشید پر چھلانگ لگادی۔

اور پھر دروازے پر موجود لوگوں نے انھیں اوپر اچھلتے اور ان کے سروں پر سے ہوتے ہوئے دروازے کی طرف آتے دیکھا۔ وہ فرش پر آ رہے لیکن گرے نہیں۔ اپنے پیروں پر کھڑے نظر آئے۔

یہ دیکھ کر سب لوگ حیرت زدہ رہ گئے۔ اُدھر لڑاکے جھلا کر ان کی طرف مڑے۔

''آپ لوگ بس ایک بات کے گواہ رہیے گا۔'' اسی وقت انسپکٹر جمشید بولے۔

''اور وہ کس بات کے؟''

''یہ کہ میں نے انھیں ہاتھ تک نہیں لگایا۔''

''لیکن ہاتھ لگائے بغیر آپ ان سے مقابلہ کس طرح کر سکیں گے بھلا، اور ہاتھ لگانے کی صورت میں ہم یہ گواہی ہرگز نہیں دیں گے۔''

''آپ لوگ بس دیکھتے جائیں، میں ہاتھ لگاتا ہوں یا نہیں، اگر لگاؤں تو آپ گواہی نہ دیں...... دوسری بات یہ کہ حملہ یہ مجھ پر کر رہے ہیں...... میں اُن پر نہیں کر رہا...... نہ کروں گا۔''

''پھر تو آپ بے موت مارے جائیں گے۔'' کسی نے کہا۔

''آپ اس کی فکر نہ کریں، بس مقابلہ دیکھیں۔''

''وہ تو ہم دیکھ رہے ہیں۔''

اسی وقت وہ چھے دوڑ کر دروازے کی طرف آئے۔ ان کے چاقوؤں کے رخ ان کی طرف تھے۔ دیکھنے والوں کو یوں لگا جیسے چھ کے چھ چاقو انسپکٹر جمشید کے جسم میں پیوست ہو جائیں گے، لیکن پھر انھوں نے عجیب منظر دیکھا کہ چھے کے چھے چاقو فضا میں لہرا کر رہ گئے تھے۔ انسپکٹر جمشید ان کے پیروں کے پاس سے نکل کر ان کی پشت کی طرف جا چکے تھے، اور وہاں بھی وہ رکے نہیں، سامنے والی دیوار سے جا لگے تھے۔

انھیں دیوار سے لگے دیکھ کر وہ لڑاکے مسکرا دیے، جیسے اب شکار ان کے قابو میں آ گیا ہو، ایسے میں انسپکٹر جمشید نے ہانک لگائی۔

''آپ گواہ ہیں ناں؟ میں نے اب تک انھیں ہاتھ نہیں لگایا، ان پر حملہ نہیں کیا۔''

اِن الفاظ کے ساتھ ہی ان چھ نے ان کی طرف دوڑ لگا دی۔

☆......☆

اس بار وہ بری طرح دیوار سے ٹکرائے تھے۔ ان کی چیخیں گونج اٹھیں، وہ الٹ کر فرش پر گرے اور ساکت ہو گئے۔ سر کے بل دیوار سے ٹکرانے کا نتیجہ اور نکل بھی کیا سکتا تھا۔

''آپ نے دیکھا...... میں نے انھیں ہاتھ تک نہیں لگایا۔''

''ہاں...... بالکل دیکھا اور اس بات کے ہم گواہ رہیں گے۔ میرا خیال ہے، اب آپ پولیس کو فون کر دیں۔''

''جی بالکل وہ تو کرنا ہوگا...... آپ ذرا یہاں کے پولیس اسٹیشن کے نمبر بتا دیں۔''

انھیں نمبر بتا دیے گئے۔ انسپکٹر جمشید نے فون پر صورت حال بتائی۔ صرف پانچ منٹ بعد پولیس وہاں آ گئی۔ ان کے آگے وہی آفیسر تھا۔ کمرے کی حالت اور ان چھے کو دیکھ کر وہ حیرت زدہ رہ گیا۔

''یہ...... یہ کیا ہوا۔''

''یہ تو یہ لوگ بتائیں گے...... کہ کیا ہوا ہے، لیکن پہلے یہ بتائیں آپ نے تو انھیں گرفتار کر لیا تھا پھر یہ یہاں کیسے آ گئے۔''

''مجھے افسوس ہے...... میں اس سوال کا جواب نہیں دے سکتا۔''

''لیکن ہم دے سکتے ہیں جواب، آپ نے ضرور اُن سے رشوت لی ہے۔''

''نہیں...... ایسی بات نہیں...... اگر آپ چاہیں تو مجھے اِس بنیاد پر عدالت میں طلب کر سکتے ہیں، میں عدالت کو اپنا جواب دوں گا، آپ کو نہیں دے سکتا۔''

''ہم ایسا ضرور کریں گے، اور آپ کی سن لیں گے، ان چھے نے چاقوؤں سے مجھ پر حملہ کیا تھا اور خود ہی دیوار سے ٹکرا کر زخمی ہوئے ہیں، اس سارے واقعے کے یہ لوگ گواہ ہیں۔''

''یہ کیسے ہو سکتا ہے؟'' اس کے لہجے میں حیرت تھی۔

''اُن سے پوچھ لیں...... یہ ہوا ہے یا نہیں۔''

وہ ان سے پوچھنے لگا۔ ایک ایک سے اس نے سوالات کیے، بار بار یہ پوچھا کہ انسپکٹر جمشید نے تو ان پر ہاتھ نہیں اٹھایا لیکن ان میں سے کسی نے یہ نہیں کہا کہ انھوں نے ہاتھ اٹھایا تھا۔

''ٹھیک ہے، میں انھیں لے جاتا ہوں، اب میں انھیں حوالات میں ڈال دوں گا، آگے کا مجھے نہیں معلوم۔''

''اس کا مطلب ہے، اوپر کے احکامات آپ کو مجبور کر رہے ہیں، اور آپ نے مجبور ہو کر انھیں رہا کر دیا تھا اور اب بھی اوپر کے آرڈر آئیں گے۔''

''یہ اندازہ آپ نے خود لگایا ہے، میں نے کچھ نہیں کہا، خیال رہے۔''

''ہاں! ابھی یہی بات ہے، آپ کا نام کیا ہے جناب؟'' انسپکٹر جمشید بولے۔

''میں پیری بان ہوں، انسپکٹر پیری بان۔''

''شکریہ! مسٹر پیری بان...... ہم عدالت کا دروازہ ضرور کھٹکھٹائیں گے۔''

''مجھے کوئی اعتراض نہیں۔'' وہ مسکرایا۔

شاید وہ خود چاہتا تھا کہ وہ لوگ ایسا کریں۔

وہ اسی وقت مجسٹریٹ کی عدالت میں پہنچ گئے اور اپنی درخواست گزار دی۔ انھیں انتظار کرنے کے لیے کہا گیا۔ تھوڑی دیر بعد انسپکٹر پیری بان عدالت میں حاضر ہو گیا۔ ان کے ساتھ مجسٹریٹ نے ان سے سوالات کیے، اور اعتراض کیا کہ کچھ لوگوں کی دھوکے بازی ثابت ہو جانے اور انھیں گرفتار کر لینے کے بعد پھر کیوں اس نے انھیں چھوڑ دیا......؟

اس پر انسپکٹر پیری بان نے کہا: ''سر! مجھے اوپر سے یہی ہدایات ملی تھیں۔''

''کیا مطلب؟ کاغذ پر لکھ کر دو، کس کی ہدایات ملی تھیں؟'' مجسٹریٹ چونک کر بولا۔

''جی بہتر!'' اس نے مسکرا کر کہا اور پھر ایک کاغذ پر کچھ لکھ کر انھیں دے دیا۔

مجسٹریٹ نے پڑھا اور پھر اس کا منہ لٹک گیا، آخر وہ ان سے مخاطب ہوا۔

''مجھے افسوس ہے، آپ کے ساتھ زیادتی ہوئی، آپ درگزر کریں...... اور اس بات کو بھول جائیں۔''

''یہی تو مشکل ہے سر! کیسے بھول جائیں...... اُن لوگوں نے ہم پر پھر قاتلانہ حملہ کیا تھا، اور اب ہم نے دوبارہ انھیں گرفتار کروایا ہے۔''

"کیا کہا...... دوبارہ گرفتار کروایا ہے؟" مجسٹریٹ کے لہجے میں حیرت تھی۔

"ہاں جناب! یہی بات ہے، لیکن انھی کے حکم کے تحت میں انھیں دوبارہ رہا کر چکا ہوں۔" پیری بان بولا۔

"کیا!؟" ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

"ارے!" مجسٹریٹ نے کہا۔ شاید یہ معاملہ اس کی سمجھ سے بھی باہر تھا اور آخر اس نے پوچھ ہی لیا۔

"آخر ایسی کیا مجبوری ہے بھئی۔"

"سر! مجھے بالکل معلوم نہیں۔"

"ہوں اچھا، میں خود معلوم کرتا ہوں۔" یہ کہہ کر مجسٹریٹ نے فون کیا اور دوسری طرف کسی سے بات کی، پھر مایوس ہو کر ریسیور رکھ دیا اور بولا۔

"مجھے افسوس ہے، اس معاملے میں ہم کچھ نہیں کر سکتے۔"

"تو کیا ہم اعلیٰ عدالت میں جائیں؟"

"اس کا بھی کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔"

"اچھی بات ہے، ہم نہیں جائیں گے۔ ہاں اپنے طور پر جو ہوگا، وہ کریں گے۔"

"لیکن قانون کو اپنے ہاتھ میں لینے کی کوشش ہرگز نہ کرنا۔ یہ میرا تم لوگوں کو مشورہ ہے، ورنہ تم بہت بڑی مصیبت میں مبتلا ہو جاؤ گے۔ اس ملک کی کوئی بھی عدالت تمھارے کسی کام نہیں آسکے گی۔"

"ہوں خیر...... دیکھا جائے گا۔"

انسپکٹر جمشید نے منہ بنایا۔

اور وہ عدالت سے باہر نکل آئے۔

"اب ہم کیا کریں؟ کہاں جائیں اور ہم نے تو اب تک ظہور کے لیے بھی کچھ نہیں کیا۔ ارے ہاں ابا جان! کیا ہم انکل ظہور کی گمشدگی کی رپورٹ بھی درج نہ کروا دیں۔"

"اس کا فائدہ تو کوئی ہوگا نہیں، تاہم رپورٹ درج کروا دیتے ہیں۔"

وہ ہوٹل کے علاقے کے پولیس اسٹیشن پہنچے۔ وہاں پھر انسپکٹر پیری بان نظر آیا۔ وہ بھی انھیں دیکھ کر حیران رہ گیا۔

"ارے...... آپ لوگ پھر آگئے۔"

"اور ہم کر بھی کیا سکتے ہیں۔"

انھوں نے کندھے اچکائے۔

"کیوں کیوں۔" وہ مسکرایا۔

"آپ ہمیں نہ انصاف دے سکتے ہیں نہ دلا سکے، اگرچہ آپ چاہتے تھے کہ ہمارے ساتھ انصاف ہو، مجسٹریٹ صاحب بھی یہی چاہتے تھے۔"

"ہاں، لیکن ہمارے چاہنے سے کیا ہوتا ہے؟ ویسے مجھے حیرت ہے کہ آپ لوگ ہیں کیا؟ آپ کے معاملے میں بہت اونچی سطح پر پریشانی محسوس کی جا رہی ہے...... آخر کیوں؟"

"اس بات کو چھوڑیں، انھیں پریشان ہونے دیں اور ہماری طرف سے ایک رپورٹ لکھیں۔"

"کیسی رپورٹ؟"

"جب ہم جہاز سے اترے تھے تو ہمارے ایک ساتھی کو اغوا کر لیا گیا تھا۔"

"اوہو اچھا، یہ نئی بات معلوم ہوئی، آپ نے پہلے کیوں رپورٹ درج نہیں کروائی۔"

"مہلت ہی کہاں ملی ہے؟ ائیرپورٹ سے سیدھے ہوٹل آئے تھے، سوچا تھا اپنا سامان وہاں رکھ کر پولیس اسٹیشن کا رخ کریں گے لیکن وہاں جو حالات پیش آئے، آپ کو معلوم ہی ہیں۔"

"ہاں! یہ تو ہے۔"

"تو پھر لکھیں رپورٹ۔"

"اچھی بات ہے۔ میں رپورٹ لکھنے والے کو یہیں بلوا لیتا ہوں، آپ کا قانونی حق ہے۔"

"پہلے بھی اپنے قانونی حق دیکھ چکے ہیں۔"

خان رحمان نے جھلا کر کہا۔

"تب پھر...... کیوں رپورٹ لکھوا رہے ہیں؟"

"مجبور ہیں...... اور ہم کیا کر سکتے ہیں۔"

(جاری ہے)

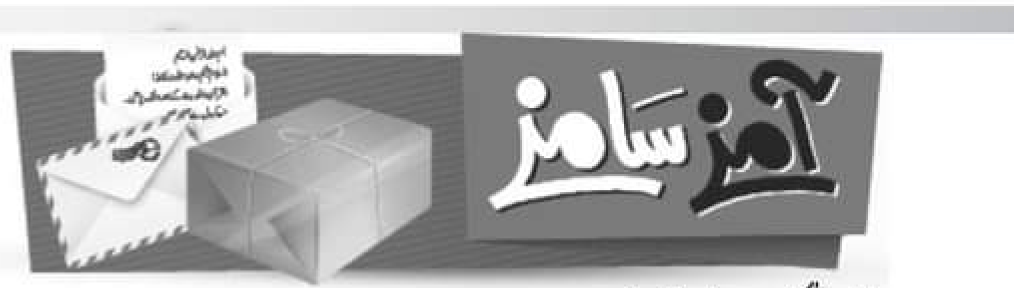

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

☆ شمارہ ۱۱۰۲، ۱۱۰۳ کی دستک 'محبت بھرے شکوے' ہمارے بھی تھے۔ نظم 'نفع دیتی ہے نصیحت اہل ایمان کو' بہت پسند آئی۔ 'تم وہ نہیں ہو' نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آمد سے متعلق کہانی دل کو بہت بھائی۔ 'میر حجاز' شعب ابی طالب میں زمانہ محصوریت کو بیان کرتا دکھائی دیا۔ 'ان کے کوچے میں' پڑھتے ہوئے ہم مصنف کے ساتھ خود کو موجود پاتے ہیں۔ 'تیرے سارے غم دور' درود شریف کی فضیلت پر مشتمل تھا۔ 'سکہ رائج الوقت' نے بظاہر چھوٹی چیز کی بھی قدر کرنا اور اس میں دیانت کا مظاہرہ کرنا سکھایا۔ ڈاکٹر علامہ اقبال کی 'ایک گائے اور بکری' ہم اسکول کی کتابوں میں پڑھتے آئے ہیں۔

(ع، ز۔ ام رمیصاء۔ پشاور)

ج: کیا آپ کو معلوم ہے یہ بات کہ بچوں کا اسلام کے قاری کچھ وہ بھی ہیں جنھوں نے باقاعدہ اسکول بھی نہیں پڑھا......!

☆ شمارہ ۱۱۰۲ کی 'دستک' میں 'محبت بھرے شکوے' پڑھنے کو ملے۔ شکوے تو واقعی بجا ہیں، مگر آپ کی لاٹھی ٹیکتی تصویر جو تصور میں لائے تو دور سے ایک آواز سنائی دی 'وہ دیکھو، بابا جی تشریف لا رہے ہیں' اور پھر ہم خود ہی ہنس دیے۔ 'دو کام کر لو' نوجوان کی نماز کے لیے اتنی فکر نے حیران کر دیا۔ 'تم وہ نہیں ہو' قریش مکہ کی سنگ دلی کے ہاتھوں مجبور ہو کر مسلمانوں کا شعب ابی طالب میں محصور ہو جانا غم زدہ کر گیا۔ 'انتقام' کے تو کیا ہی کہنے، فضل حق کے سینے میں بھڑکتی آگ اس کے معصوم بچے کو اپنی لپیٹ میں لینے ہی لگی تھی کہ ابو القاسم نے آن کی آن میں اسے موت کے منہ سے بچا لیا۔ بہت خوب! 'وہ سنتا ہے سب کی' ایمان افروز تحریر۔ بات تو ساری ہی 'یقین' کی ہے۔ 'چیلوں کی شاہانہ اڑان' معلوماتی مضمون رہا۔ آپ کا خواتین کا اسلام والا مضمون یاد تھا تبھی تو آج ہم اور امی جان آسمان پر بلند پرواز کرتی چیلوں کو بڑے غور سے دیکھتے رہے۔ 'آمنے سامنے' کی محفل شکوؤں، چٹکلوں، مسکراہٹوں، دعاؤں اور آخر میں 'فرق تلاش کریں' جیسی آزمائشوں میں کامیابیوں کے تذکروں کے سنگ کمال رہی۔ (اقرا آفرید۔ پنڈی گھیب، ضلع اٹک)

ج: شکوے کیوں بجا ہیں؟ ظاہر ہے پورے ملک کے ہر شہر تک سلسلہ دراز کرتے تو سال کیا کئی سال بیت جاتے اسی تصوراتی سفر میں! پھر آپ ہی قارئین نے بور ہونا تھا۔

☆ شمارہ ۱۱۰۵ 'میر حجاز' شاندار رہی۔ محترمہ عشرت جہاں نے بہترین سبق دیا۔ پروفیسر محمد اسلم بیگ صاحب نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کا سلیقہ سکھا دیا۔ 'اللہ تعالیٰ کیسے ہیں؟' مضمون اچھا لگا۔ دستک غائب دیکھ کر یوں لگا کہ جیسے سب لکھاری ہمارے گھر آئے مگر مدیر چاچو نہیں آئے۔ افسوس صد افسوس۔ اور ہاں! آپ ہمارے گھر آئیے۔ آپ کو حقیقت میں بداؤں کا پیڑے کھلا کر ہم حقیقت میں خوش ہو جائیں گے۔ (بنت البحر۔ ٹنڈو آدم)

ج: اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے پیاروں کے ساتھ ہمیشہ خوش رکھے، آمین!

☆ شمارہ ۱۱۰۵ کا سب سے آخری صفحہ کھول کر آمنے سامنے کی محفل پر نگاہ دوڑائی تو اپنا خط نہ پا کر افسردہ ہو گئے، لیکن دل کو تسلی دی کہ چلو ابھی نہیں تو پھر کبھی سہی۔ سب سے ٹاپ کہانی 'موچی

بن گیا کھوجی' تھی۔ دوسرے نمبر پر جو کہانی ہمیں پسند آئی تھی وہ تھی 'محبت کا سلیقہ' از پروفیسر اسلم بیگ۔ 'میر حجاز' پڑھ کر دل غمگین ہوگیا۔ باقی 'ملال'، 'جواب طلب سوال' اور 'میں کبھی نہیں بھولتا' بھی زبردست تھیں۔ (حبیبہ افضل خان۔کراچی)

ج: خود کو دی جانے والی یہ تسلی کتنی اچھی ہے ناں کہ "چلو ابھی نہیں تو پھر کبھی سہی!"

☆ یہ میرا پہلا خط ہے، میں تقریباً چھ سات سال سے یہ دونوں رسائل پڑھ رہی ہوں، لیکن باقاعدگی سے پڑھنا ایک سال سے شروع کیا ہے۔ اب یہ دونوں رسائل میرے پسندیدہ ترین ہیں۔ شمارہ ۱۱۰۳ کے سرورق پر 'میں بڑا ہو کر کیا بنوں گا' دیکھ کر ذہن پر زور دیا کہ ہمیں کیا بننا ہے لیکن کچھ سجھائی نہیں دیا، خیر صفحہ پلٹا تو سورۂ بقرہ کے فضائل دستک کے بجائے جگمگا رہے تھے۔ یہ عزم کیا کہ اسے پڑھنے کی پابندی کریں گے۔ 'ان کے کوچے میں' اور میر حجاز کی اگلی قسط کا انتظار رہتا ہے۔ 'آپ کتنے پانی میں ہیں' یہ سلسلہ مجھے بہت پسند ہے، براہ مہربانی اسے جاری رکھیں۔ 'سکہ رائج الوقت' بھی زبردست تھی۔ 'آمنے سامنے' کی بیٹھک میں بہت مزہ آتا ہے۔ (لائبہ بنت افضل خان۔کراچی)

ج: باقاعدگی میں جو لطف اور فائدہ ہے وہ بے قاعدگی میں کہاں۔ باقاعدگی سے پڑھنا جاری رکھیں، ہم سلسلے جاری رکھیں گے۔

☆ پوچھنا یہ تھا کہ اگر ہم پہلی مرتبہ کوئی خط لکھ رہے ہیں تو کیا اس کے لیے ضروری ہے کہ دو خطوط اکٹھے دیے جائیں ورنہ پہلا بھی قابل اعتبار نہیں ہوگا؟ ایسا باجی صبیحہ صاحبہ نے مجھے کہا، جب میں نے انھیں اپنا ایک خط لکھ کر دیا تو کہنے لگیں کہ دوسرا بھی لکھو ورنہ پہلا بھی شائع نہیں ہوگا۔ اب میں تو پریشان ہوگئی ہوں۔ (زنیرہ خیر محمد۔ملتان)

ج: ہائیں اس بات کے پیچھے کیا سائنس ہے کہ دو خط لکھو تو ہی شائع ہوں گے!؟ ہمیں تو سمجھ میں نہیں آئی بات، اپنی باجی صبیحہ ہی سے پوچھیں بلکہ انھیں یہ خط دکھا دیں۔

☆ مدیر بھائی! میں اس رسالے کو بڑے صدق دل کے ساتھ پڑھتی ہوں اور اس رسالے کا شدت سے انتظار کرتی ہوں اور آپ لوگوں کے لیے دعا گو رہتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ سب کو اجر عظیم عطا فرمائے۔ مدیر بھائی اتنی مصروفیت کے باوجود بھی میں نے تبصرہ لکھا ہے۔ امید کرتی ہوں کہ آپ اس کو ردی کی ٹوکری کا لقمہ نہیں بنائیں گے، ان شاء اللہ۔ (صبیحہ عائشہ۔ملتان)

ج: لیکن آپ نے تو تبصرہ لکھا ہی نہیں ہے۔ ہاں دعا ضرور دی ہے، اس پر بہت شکریہ۔ جزاک اللہ

☆ شمارہ ۱۱۰۶ بہت ہی اچھا رہا۔ قرآن وحدیث کے بعد دستک پر نظر ڈالی۔ وہاں مدیر چاچو غزہ پر اسرائیلی مظالم کے خلاف اور کچھ بے حس دانشوروں کی ڈھٹائی پر ان کی خبر لیتے نظر آئے۔ قانتہ رابعہ صاحبہ کی "ننھا فتنہ" بہت اچھی اور سبق آموز کہانی تھی۔ "تحریر کے مراحل میں" بھائی عمار افضل ہم جیسے نوآموز لکھاریوں کی حالت بیان کرتے نظر آئے کہ کس مشکل سے ہم خط لکھتے ہیں اور وہ بھی ٹوکری کے نذر ہوجائے تو دکھ ہوتا ہے۔ "آخری وار" کے مصنف کا نام پڑھ کر ہزار والٹ کا کرنٹ لگا کیونکہ موصوف کا تعلق ہمارے علاقے کوہستان سے ہے۔ میرے ناقص علم کے مطابق یہ واحد کوہستانی ہے جو کسی رسالے میں لکھتے ہوئے ہمارے علاقے کوہستان کی نمائندگی کر رہے ہیں۔ (سعید الرحمن سرمد)

ج: نہیں کوہستانی تو بہت لکھاری ہوں گے، البتہ نام کے ساتھ ضروری نہیں کہ سبھی کوہستانی لگاتے ہوں۔ اور ہاں! خط کسی کا ردی کی ٹوکری میں نہیں جاتا۔

☆ میں مدرسے میں وضو کر رہا تھا تو استادوں نے بتایا کہ آپ کی محنت رنگ لے آئی۔ دراصل درحقیقت یہ میرے استادوں کی محنت ہے، انھی کی وجہ سے آج میں اس مقام پر ہوں۔ مجھے اتنی زیادہ خوشی ہوئی کہ بتا نہیں سکتا۔ مدیر چاچو میرے ششماہی امتحان شروع ہو رہے ہیں، آپ سے خصوصی دعاؤں کی درخواست ہے۔ (حافظ محمد حسان ریاض۔اڈا پل مراد چشتیاں)

ج: اللہ جل شانہ آپ کو دنیا آخرت کے ہر امتحان میں سرخ رو فرمائے، آمین!

☆ شمارہ ۱۱۰۳ اور ۱۱۰۴ دونوں کے سرورق ملتے جلتے تھے۔ تحریر 'یادِ ماضی' ادب سکھلا رہی تھی۔ اسی صفحے پر نیچے تحریر 'تیرے سارے غم دور' دیکھ کر بہت خوشی ہوئی کیونکہ اس نے میرے سارے غم دور کردیے۔ میں سوچتا تھا کہ شاید میرا صرف خط ہی شائع ہوتا ہے، کوئی تحریر شائع نہیں ہوسکتی۔

آپ کا بہت شکریہ کہ مجھے غلط ثابت کیا۔ 'میں بڑا ہو کر کیا بنوں گا' اچھی تحریر تھی۔ 'آمنے سامنے' تھا تو ایک صفحے کا مگر نمایاں تھا۔ (مولانا محمد اشرف۔حاصل پور)

ج: اشرف بھائی! زیادہ غم نہ کیا کیجیے۔ خوش رہا کیجیے۔

☆ شمارہ ۱۰۹۲ کے قرآن وحدیث میں نحوست کا ذکر تھا۔ سب سے بڑی نحوست تو انسان کے اپنے برے اعمال کی ہوتی ہے۔ تصوراتی سفرنامہ بہت اچھا چلا۔ مختلف علاقوں کے قابل دید مقامات اور خاص سوغاتوں کا بھی پتہ چل رہا ہے اور بچوں کا اسلام کے قارئین ولکھاریوں کی ملک گیر موجودگی بھی دل کے لیے خوشی کا باعث ہے۔ اثر جون پوری صاحب کا سدا بہار قلم ماشاء اللہ ایک سے بڑھ کر ایک شاہ کار پیش کرتا ہے۔ 'آثار نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے تعاقب میں' محمد فضیل فاروق ماشاء اللہ بہت اچھے جا رہے ہیں۔ 'وقت بتائے گا' فاتح صحیح معنوں میں فاتح ٹھہرا۔ ویسے یہ نام ہمیں بہت پسند ہے۔ آمنے سامنے میں ایک خط کے جواب میں آپ نے چار شماروں پر تبصرے والے خط کو طویل خط قرار دیا۔ یہ تو ایک ہی شمارے پر اتنا لمبا خط ہوگیا۔ یہ تبصرہ لکھنے کی اصل وجہ تو آخری صفحے پر شائع ہونے والی تصویر بنی۔ یہ واقعی خاصی مشکل پہیلی تھی، لیکن جناب ہم نے یہ فرق تلاش کر لیے۔ بعض ساتھیوں نے دو، بعض نے تین، چار اور ایک ساتھی نے پانچوں فرق ایک ساتھ تلاش کیے۔ اللہ جل شانہ آپ کو مع اعزہ واقارب دارین میں ہمیشہ صحت کاملہ اور مکمل عافیت کے سائے میں خوش وخرم رکھیں۔ آمین، (ابوالحسن۔سینٹرل جیل، کراچی)

ج: آمین ثم آمین! اپنا بتائیے، آپ نے کتنے فرق تلاش کیے؟ ہمیں تو خود بڑی مشکل سے پانچواں فرق نظر آیا۔ شاید قریب کی نگاہ کمزور ہونے سے۔

☆☆☆

ساتھ میں رہنا!

صاعقہ علی نوری۔اسلام آباد

جگ مگ کرتے چاند ستارو!
ایک ذرا یہ بات بتاؤ
گھور اندھیروں میں رہتے ہو!
دور خلا میں کیوں بیٹھے ہو؟
دوست نہیں ہے کوئی میرا
رہتا ہوں میں یونہی اکیلا
گر تم نیچے آجاؤ گے
میرے دل کو بہلاؤ گے
مل کر نظمیں ہم گائیں گے
ٹافی بسکٹ بھی کھائیں گے
میرے پاس کھلونے بھی ہیں
گڑیا، گاڑی، بونے بھی ہیں
کھیلیں، کھائیں ہم سب مل کر
ساتھ میں یوں رہنا ہے بہتر
بات مزے کی میں نے کہہ دی
آ جاؤ اب جلدی جلدی

مسکراہٹ کے پھول

بارش

ایک دفعہ ایک مولوی صاحب بچوں کو لیے جا رہے تھے۔ راستے میں انہیں ایک آدمی ملا۔

آدمی: ''مولوی صاحب انہیں کہاں لے جا رہے ہیں؟''

مولوی صاحب: ''کافی دنوں سے بارش نہیں ہوئی بارش کی دعا کروانے لے جا رہا ہوں۔''

آدمی: ''بچوں سے دعا کروانے؟''

مولوی صاحب: ''کیوں کہ ان کی دعائیں زیادہ قبول ہوتی ہیں۔''

آدمی: ''مولوی صاحب اگر یہی بات ہوتی تو آج کوئی استاد زندہ نہ ہوتا۔''

☆......☆

میں شیر ہوں

ایک عورت چڑیا گھر میں ایک پنجرے کے سامنے کھڑی کہہ رہی تھی۔ ''میرے پیارے چیتے تمہاری کھال کتنی خوبصورت ہے، اگر تمہارے منہ میں زبان ہوتی تو تم اپنی خوبصورتی بیان کرتے اور کہتے......''

درمیان میں بات کاٹ کر ایک تماشائی بولا۔ ''یہی کہتا کہ میں شیر ہوں، چیتا نہیں۔''

☆......☆

کچھ دیر خاموشی

نیاگرا آبشار کے پاس گائیڈ کھڑے ہوئے سیاحوں سے کہہ رہا تھا: ''یہ دنیا کی سب سے بڑی آبشار نیاگرا ہے۔ اس کی آواز میلوں تک سنی جا سکتی ہے۔ اب میں خواتین سے التجا کروں گا کہ وہ کچھ دیر خاموش رہیں تا کہ اس عظیم الشان آبشار کی آواز سنائی دے سکے۔''

☆......☆

صفائی اور سچ

ڈائریکٹر (نئے امیدوار سے) ''ہمارے ہاں صفائی پر بہت دھیان دیا جاتا ہے۔ کیا آپ نے آتے وقت پائیدان پر جوتے صاف کیے تھے؟''

''جی ہاں۔'' امیدوار فوراً بولا۔

''ایک بات اور ہمارے ہاں سچ بولنے پر بھی خاص دھیان دیا جاتا ہے اور ہمارے دفتر میں کوئی پائیدان نہیں۔''

☆......☆

کمال

ایک آدمی لوگوں کو سرکس دکھا رہا تھا۔ اس نے ایک اونچی سی رسی باندھی اور اس پر چلنے لگا۔ اچانک اس کا ایک پاؤں رسی سے نیچے کی طرف کھسک گیا۔ فوراً ہی لوگوں میں ہلچل مچ گئی۔

اس نے سنبھلتے ہوئے کہا: ''فکر نہ کریں یہ بھی میرا ایک کمال ہے۔''

پھر دوسری بار بھی ایسا ہوا۔ پھر اس نے کہا: ''فکر نہ کریں یہ بھی میرا ایک کمال ہے۔'' تیسری بار وہ نیچے گرا اور زخمی ہو گیا۔ پھر اس نے اٹھتے ہوئے کہا: ''آپ لوگوں سے اتنا نہ ہوا کہ مجھے بچا لیتے۔'' تماشائیوں میں سے ایک آدمی نے کہا: ''جناب ہم تو سمجھے یہ بھی آپ کا کوئی کمال ہے؟''

☆......☆

چوری

ایک دوست (دوسرے سے) ''چوری کی وارداتوں سے تنگ آ کر میں نے مجسٹریٹ کو ایک درخواست دی۔''

دوسرا دوست: ''پھر کیا ہوا؟''

پہلا دوست: ''چند دن بعد ایک پرچی ملی جس پر لکھا تھا۔ درخواست دوبارہ بھیجیں، پہلی والی درخواست چوری ہو گئی۔''

☆......☆

گوارا نہیں کر سکتا

کچھ عورتیں ایک بس میں سوار ہوئیں جس کی سیٹوں پر سواریاں بیٹھی تھیں۔ کنڈیکٹر نے ادھر ادھر نظر دوڑائی تو دیکھا ایک آدمی بیٹھا سو رہا ہے۔ اس نے اس خوف سے کہ کہیں وہ اپنے اسٹاپ سے آگے نہ نکل جائے اس کا شانہ ہلا کر کہا۔ ''سوئیے نہیں۔''

''میں سو نہیں رہا تھا۔'' مسافر نے احتجاج کیا۔

''سو نہیں رہے تھے؟ آپ کی آنکھیں تو بند تھیں۔''

''میں نے دیدہ جان بوجھ کر بند کر رکھی تھیں۔ میں چلتی ہوئی بس میں یہ دیکھنا گوارا نہیں کر سکتا کہ کوئی عورت کھڑی ہو اور میں بیٹھا ہوں۔''

☆......☆

انوکھی نمائش

ایک دفعہ ایک انوکھی نمائش کا اہتمام کیا گیا۔ اس نمائش میں مختلف ملکوں کے نام کی گھڑیاں رکھی ہوئی تھیں۔ ہر ملک کی گھڑی کی سوئیوں کی رفتار اسی ملک میں ہونے والے ظلم کی طرف نشاندہی کرتی تھیں۔

اسرائیل کا نمائندہ اس نمائش میں پہنچا اور یہ دیکھ کر خوش ہو گیا کہ دنیا کے تمام ممالک کی گھڑیوں کی رفتار معمول سے تیز ہے۔ لیکن اسرائیل کی گھڑی وہاں موجود نہیں ہے۔ وہ اپنے ساتھ کھڑے ہوئے لوگوں سے مخاطب ہوتے ہوئے بولا: ''دیکھا! دنیا نے خواہ مخواہ فلسطین فلسطین کا شور مچا رکھا ہے۔ اسرائیل کی گھڑی یہاں موجود نہیں ہے اس کا مطلب ہے کہ اسرائیل میں بالکل ظلم نہیں ہو رہا۔''

''یہ بات نہیں ہے سر۔'' نمائش کا منتظم بولا: ''دراصل باورچی خانے کا پنکھا خراب ہو گیا تھا۔ باورچی کو گرمی لگ رہی تھی۔ لہٰذا وہ آپ کی گھڑی لے گیا ہے۔''

☆......☆

گندی باتیں

دو کاکروچ ایک ہوٹل کی نالی میں بیٹھے تھے۔ ایک کاکروچ دوسرے سے بولا: ''یار یہ ہوٹل کتنا صاف ہے۔ اس کا فرش چمکتا رہتا ہے اور میزیں تو آئینے کی مانند ہوتی ہیں اور......''

''بس بس......'' دوسرا کاکروچ بولا: ''اتنی گندی باتیں مت کرو۔ مجھے الٹی آ رہی ہے۔''

☆......☆

لڑائی

ایک درزی کی ایک آدمی سے لڑائی ہو گئی تو درزی اس آدمی سے کہنے لگا: ''دل تو یہی چاہتا ہے کہ قینچی اٹھا کر تیری بٹن نما آنکھیں نکال کر تیرا گلا کاٹ دوں۔''

☆......☆

غائب دماغ پروفیسر

ایک غائب دماغ پروفیسر گھر پر آئے تو بیوی نے کہا: ''آپ تو کار پر گئے تھے اب کار کہاں ہے؟''

''ہیں کار پر...... اوہ......! ہاں بیگم میں کار پر ہی واپس گھر آ رہا تھا، راستے میں ایک نوجوان نے لفٹ مانگی۔ میں نے اسے بٹھا لیا۔ جب میرا گھر آیا تو میں نے اس کا شکریہ ادا کیا اور اس نے کار اسٹارٹ کی اور چلا گیا۔''

☆......☆

مرسلہ: فیصل ندیم حسن ابدال